ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

اکتوبر 2017ء صفر المظفر ۱۴۳۹ھ

اس شمارے میں آپ پڑھیں گے۔

بیاد

مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ

مرکزی مجلس رضا

MARKAZI MAJLIS-E-REZA

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ کے افکار کا حقیقی و تحقیقی ترجمان

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

بیاد مجدد دین و ملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی

بانی مجلس رضا حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۲۵ / اکتوبر ۲۰۱۷ء / صفر المظفر ۱۴۳۹ھ شمارہ ۲۴۴

ایڈیٹر

محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ



فہرست

خط و کتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی

داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

0321-4477511

042-37225605

Email:muslimkitabevi@gmail.com

زرتعاون فی پرچہ -/30 روپے

سالانہ چندہ بذریعہ ڈاک -/500

قصائد رضویہ فارسی کی مختصر شرح

(قسط 7) (محمد معین الدین خاں برکاتی)

(۱۴)
ظلمت آباد گور روشن شد
داغ دل راست نور باریہا

''تیرگی سے آباد قبر روشن ہوگئی (کیونکہ عشق میں جلا ہوا) دل کا داغ روشنی پھیلا رہا ہے۔''

حلِ مفردات: ظلمت: تیرگی، اندھیرا ☆ آباد: بسا ہوا، ضد ویران، خوش، خوب۔ ☆ گور: قبر، جنگل۔

(۱۵)
چہ کند نفس پردہ در مولیٰ
چوں توئی گرم پردہ داریہا

''اے میرے آقا یہ میرا نفس جو مجھے رسوا کرنے کے درپہ رہتا ہے میرا کیا بگاڑے گا جب آپ پردہ پوشی میں جلدی فرماتے ہیں۔''

حلِ مفردات: گرم: ٹھنڈے کی ضد، جلدی، تیزی، زحمت، رنجیدگی ☆ در: اندر، بیچ، دروازہ۔

قرآن پاک کی حقانیت

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۳)

''اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے (ان خاص) بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔''

کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن کریم حضور ﷺ اپنی طرف سے بنا کر سناتے ہیں اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ انسانی مصنوعات کی پہچان یہ ہے کہ دوسرا انسان اس طرح کی چیز بنا سکے اور جو کسی انسان سے نہ بن سکے سمجھ لو کہ وہ خدائی مصنوع ہے جگنو اور چیونٹی اگرچہ کمزور چیزیں ہیں مگر کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ وہ انسان کی بنائی ہوئی ہیں مگر ریل کا انجن اگرچہ بہت طاقتور ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ انسان کی بنائی ہوئی ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ آج صدہا کارخانے۔ انجنوں اور بجلی کے بنائے گئے ہیں مگر چیونٹی اور جگنو بنانے کا کوئی بھی کارخانہ نہیں۔ اس طرح یہاں فرمایا گیا کہ اگر قرآن کریم انسان کی بنائی ہوئی چیز ہے تو تم بھی ایسا قرآن بنا لاؤ۔

بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قرآن پاک کی تعریف ہو رہی ہے مگر غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں قرآن کی بھی تعریف ہے اور صاحب قرآن کی بھی کہ حضور ﷺ مخلوق میں سے کسی کے شاگرد نہیں بلکہ استاذ الکل ہو کر تشریف فرما ہوئے۔ بلا واسطہ پروردگار عالم ان کو سکھانے والا اور وہ سیکھنے والے۔

نہ لکھے نہ پڑھے جناب والا شاگرد رشید حق تعالیٰ

قاعدہ یہ ہے کہ بڑے استاذ کے شاگرد بھی بڑے ہی ہوتے ہیں۔ ایم اے کے ماسٹر کے پاس پڑھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ جن کا سکھانے والا، پڑھانے والا پروردگار ہے تو سیکھنے

والے محبوب کیسے علم وحکمت والے ہوں گے؟ اسی لیے فرمایا کہ سارے مددگاروں کو بلالو، دنیا بھر کے عالموں کو جمع کر کے مقابلہ کرو مگر نہ ہو سکے گا کیونکہ سارے عالم مخلوق ہی سے پڑھ کر عالم بنے ہیں، مخلوق کے شاگرد ہیں۔ وہ اس ذات کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں جو خالق کا شاگرد ہو؟ مخلوق کا معلم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مفسرین نے اس آیت کے ایک معنی یہ بھی کیے ہیں کہ مثلہٖ کی ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف لوٹتی ہے تو آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ایک سورہ ہی ایسی لے آؤ جو کہ محمد رسول اللہ جیسی ذات کے مبارک منہ سے نکلی ہو۔ یعنی اولاً تو کوئی شان والا محبوب دنیا میں ڈھونڈو، پھر اس کے منہ سے ایسی آیت پڑھوا کر سنو (خازن ومدارک وغیرہ) اب کلام کا مقصد یہ ہے کہ نہ ان جیسی شان کا آسمان کے نیچے کوئی ملے گا نہ ایسا کلام سنا سکے گا۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بے مثل اور بے نظیر ہیں۔ حدیث پاک میں ارشاد ہوا ''وَلٰكِنِّي لَسْتُ كَاَحَدٍ مِنْكُمْ'' (لیکن ہم تمہاری طرح نہیں) اور عقل کا بھی تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا۔

(۱) ہم سب مومن، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان، (۲) ہم لوگ صادق وہ سراپا صدق۔ (۳) لوگ عالم وہ سراپا علم، کیونکہ ان کے احوال پاک کے جاننے کا یا ان کو پہچاننے کا نام علم ہے، ہمارا پیشاب پاخانہ ناپاک۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ تمام چیزیں امت کے لیے پاک (شامی جلد اول) ہماری نیند وضو توڑے ان کی نیند وضو نہ توڑے۔ ہم سب سن کر جنت ودوزخ، ذات وصفات پر ایمان لائے، ہمارا ایمان سنا ہوا، حضور دیکھ کر۔ ہم سب پر پانچ نمازیں فرض۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر چھ، تہجد بھی ''وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ'' (یعنی رات میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تہجد پڑھیے یہ نماز آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے لیے زیادہ ہے۔) سب کے لیے اسلام کے ارکان پانچ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے صرف چار یعنی زکوٰۃ فرض نہیں (شامی کتاب الزکوٰۃ) ہم کو چار بیویاں نکاح میں رکھنا جائز مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس قدر چاہیں حلال۔ ہمارا مال میراث میں تقسیم ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نہ ہو، ہماری بیویاں ہماری موت کے بعد جس سے چاہیں نکاح کر لیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج پاک بعد وفات کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ''وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا'' غرضیکہ بے شمار فرق ہیں عبادت میں بھی اور معاملات میں بھی۔ پھر کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے بشر ہیں۔

اجتہاد کی اہمیت

فقیہ اعظم ابو یوسف محمد شریف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

عن معاذ بن جبل أنّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا بَعَثَهٗ إلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِيْ إذا عرضَ لَكَ قَضَآءٌ؟ قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ كِتَابِ اللهِ؟ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَإِنْ لَّمْ تَجِدْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِيْ وَلَا اٰلُوْا قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم صَدْرَهٗ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُوْلَ اللهِ.

(رواہ الترمزی: ۱۳۲۵، ابوداود: ۳۵۹۳، والدارمی: ۱۷۰)

''معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا تو فرمایا کہ جب کوئی تجھے معاملہ پیش آیا تو کیسے فیصلہ کرے گا۔ معاذ نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب کے ساتھ حکم کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں تو اس حکم کو نہ پائے تو پھر کیا کرے گا۔ انہوں نے عرض کی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت میں بھی اس حکم کو نہ پائے تو پھر کیا کرے گا؟ انہوں نے عرض کی کہ میں اپنی عقل اور رائے کے ساتھ اجتہاد کروں گا اور طلب ثواب میں کمی نہ کروں گا۔ معاذ کہتے ہیں پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس کے ساتھ اللہ کا رسول راضی ہے۔''

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ استخراج احکام میں قرآن مقدم ہے پھر حدیث۔

۲۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کو کھینچ تان کر حدیث کی تابع نہیں کرنا چاہیے بلکہ حدیث کو قرآن کی تابع کرنا چاہیے۔ چنانچہ مسئلہ فاتحہ خلف الامام میں جو کہ مقلدین اور غیر مقلدین کا متنازعہ فیہ مسئلہ ہے اس میں پہلے قرآن دیکھنا چاہیے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

کہ جب قرآن پڑھا جائے اس کی طرف کان لگاؤ اور چپ رہو تا کہ تم رحم کیے جاؤ اور حدیث میں آیا ہے اس کی نماز نہیں جو الحمد نہ پڑھے۔ اب ہمیں حدیث کو تابع قرآن سمجھنا چاہیے کہ یہ حدیث امام اور منفرد کے لیے ہے۔ مقتدی کے لیے نہیں۔ اس طرح آیت اور حدیث میں تطبیق بھی ہوگئی اور مطلب بھی صاف ہوگیا لیکن اگر ہم آیت کو کھینچ تان کر یہ مطلب لیں کہ یہ آیت کافروں کے بارہ میں ہے حالانکہ کسی حدیث میں اس کا نزول کفار کے بارہ میں نہیں آیا۔ یا یہ کہیں کہ قرآن سے مراد آیت میں الحمد کے آگے سورت ہے۔ یا یہ کہیں کہ استماع وانصاف کے یہ معنی ہیں کہ اونچی نہ پڑھو وغیرہ وغیرہ۔ تو اس صورت میں قرآن کو حدیث کے تابع کرنا ہے۔ جو حدیث مذکور کے خلاف ہے۔

آمین بالجہر

۳۔ اسی طرح مسئلہ آمین بالجہر میں ہم پہلے قرآن کو دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً کہ اپنے رب کو عاجزی سے اور پوشیدہ پکارو۔ اور ظاہر ہے کہ آمین دعا ہے۔ اصل دعا میں اخفا ہے۔ تو اس آیت کو مقدم سمجھ کر اصل آمین میں اخفا سمجھنا چاہیے اور اگر کسی حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آمین ذرا آواز کھینچ کر بھی آیا ہو تو اسے تعلیم پر حمل کرنا چاہیے۔ نہ یہ کہ حدیث کو تو کچھ نہ کیا جائے اور آیت کا کوئی اور مطلب گھڑا جائے۔

تقلید

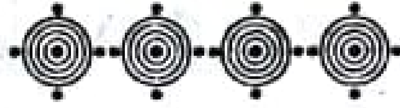
۴۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تقلید صحابہ کے زمانہ میں پائی جاتی تھی بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقلید کا ارشاد فرمایا کیونکہ حدیث معاذ رضی اللہ عنہ میں جب کسی مسئلہ کا قرآن و حدیث سے فیصلہ نہ معلوم ہو تو معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد اور رائے کے ساتھ فیصلہ کرنا کہا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ معاذ اجتہاد سے فیصلہ کرے اور دوسرے مسلمان اس فیصلہ کو تسلیم کریں۔ کیونکہ حضرت معاذ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بنا کر بھیجا۔ تو اگر لوگ ان کے فیصلہ کو قبول نہ کرتے تو وہ قاضی کیسے ہوتے؟ اور کسی کے اجتہاد کو بلا معرفت دلیل قبول کرنا بھی تقلید ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یہ نہیں فرمایا کہ اگر کوئی مسئلہ قرآن یا حدیث سے نہ ملے تو مجھ سے دریافت کر لینا، کسی کو بھیج کر مجھ سے فیصلہ دریافت کرلیا کرو۔ بلکہ ان کے اجتہاد کو پسند فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر قرآن و

حدیث میں صریح مسئلہ نہ پائے تو اجتہاد اور قیاس سے جو حکم کرے اس کا حکم ماننا غیر مجتہد پر لازم ہے اور یہی تقلید ہے جو آپ کے زمانہ میں آپ کی اجازت سے لوگ کیا کرتے تھے۔

شیخ عبدالحق اشعة اللمعات میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ دریں حدیث دلیل است بر شرعیۃ قیاس واجتہاد برخلاف اصحاب ظواہر کہ منکر قیاس اند۔

ایک شبہ: بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیح نہیں۔ علامہ ابن القیم اعلام الموقعین ص ۳۷ میں اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو سب اہل علم نے نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے۔ نیز اس کی ایک سند متصل بھی ہے جس کے رجال موثق ہیں۔ پھر بحوالہ خطیب نقل کرتے ہیں:

قال أبو بكر الخطيب و قد قيل إن عبادة بن نسى رواه عن عبد الرحمن بن غنم بن معاذ و هذا إسناد متصل و رجاله معروفون بالثقه۔ انتهى۔



قطب مدینہ شیخ ضیاالدین احمد مدنی قدس سرہٗ کے ابتدائی استاد حضرت مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: خلیل احمد رانا

مولانا محمد حسین پسروری، مولانا نور احمد امرتسری، محشی مکتوبات مجدد الف ثانی (متوفی ۱۳ رشعبان المعظم ۱۳۴۸ھ/ ۱۴ رجنوری ۱۹۳۰ء) کے سوتیلے بھائی تھے، مولانا نور احمد امرتسری کے والد ماجد حکیم شہاب الدین تھے جو کہ مشہور شاعر دلشاد پسروری کی نسل سے تھے، والدہ ماجدہ کا نام حسین بی بی تھا، حکیم شہاب الدین تقریباً ۱۸۶۵ء میں وفات پا گئے، ان کی بیوہ حسین بی بی نے موضع ورک تحصیل پسرور کے کھوکھر گھرانے کے ایک شخص میاں فضل دین سے نکاح ثانی کرلیا، جس سے مولانا محمد حسین تقریباً ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے، مولانا محمد حسین نے اینگلو ورنیکلر اسکول پسرور سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور درس وتدریس کے پیشے کو اپنا لیا، ملازمت کا بڑا حصہ پسرور کے ہائی اسکول میں گذارا، یہاں آپ ۱۹۲۲ء تک مدرس عربی رہے، اور جامع مسجد پسرور میں خطابت بھی کرتے رہے، آپ ایسی روحانی شخصیت تھے کہ آپ کا نام آج بھی پسرور کے لوگ عزت واحترام سے لیتے ہیں، مولانا محمد حسین پسروری، خواجہ نور محمد تیراہی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲۸۶ھ) کے خلیفہ اوّل حافظ فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، ہر جمعرات اسکول سے چھٹی کے بعد آپ گھوڑی پر سوار ہو کر سیالکوٹ جایا کرتے تھے، پیر ومرشد کا دیدار کرتے، رات انہی کے پاس گذار کر جمعہ کو علی الصبح نماز تہجد پڑھ کر گھوڑی پر سوار ہو کر واپس تشریف لاتے اور اسکول کے وقت ڈیوٹی پر حاضر ہوتے، ہر ہفتہ یہ آپ کا معمول تھا، مولانا صاحب کی زندگی ہی میں حافظ صاحب کا انتقال ہو گیا لیکن مولانا صاحب نے اپنے پرانے طریقے کو قائم رکھا، اب ان سے ظاہری ملاقات کی بجائے جمعرات کی شام کو پیر ومرشد کے مزار مبارک پر فاتحہ خوانی کرتے، جون ۱۹۲۲ء میں جب کہ آپ پچاس روپے مشاہرہ پاتے تھے اسی سال آپ کا تبادلہ ڈیرہ بابا نانک کے اسکول میں ہو گیا مگر آپ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا اور ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، اس کے بعد آپ مستقل طور پر شاہی مسجد پسرور میں اقامت پذیر ہو کر معلمان بچوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دینے لگے، کچھ عرصہ بعد آپ مستقل طور پر سیالکوٹ

تشریف لے گئے اور رنگ پورہ کی مسجد میں امامت کرنے لگے، اس کے علاوہ حافظ صاحب کے مزار مبارک کی بھی نگہداشت کرنے لگے، مولانا محمد حسین بڑے دیندار، خدا رسیدہ اور صالح لوگوں میں سے تھے، ۱۹۲۵ء میں پسرور میں ایک انجمن تبلیغ الاسلام قائم ہوئی اس کے صدر بھی آپ تھے، اس انجمن کے تحت تبلیغی انداز میں مختلف قسم کے مذہبی کتابچے شائع کئے گئے۔

(تاریخ پسرور، مرتبہ ڈاکٹر سید سلطان محمود حسین، مطبوعہ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور، اپریل ۱۹۸۱ء، ص ۲۳۴، ۲۳۶)

آپ عرصہ تک پسرور میں لوگوں کو فیض عام سے بہرہ ور فرماتے رہے، آپ خوش خلق، شریں زبان اور پُرتاثیر مرد خدا تھے، آپ کی طبیعت میں انکسار اور رحم دلی کمال درجے کی تھی۔

(انساب الخلافت مترجم ومؤلف ابراہیم شاہی، باسی والاضلع سیالکوٹ، ص ۳۳، مملوکہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور)

بروایت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کہ حضرت شیخ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولانا نور احمد پسروری سیالکوٹی پر علم کا غلبہ اور مولانا محمد حسین پسروری پر تصوف کا غلبہ تھا۔

(یادداشت حکیم محمد موسیٰ امرتسری، لاہور)

پروفیسر ڈاکٹر رانا احسان الٰہی ایم اے پی ایچ ڈی، سابق صدر شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا محمد حسین نقشبندی پسروری علیہ الرحمہ کی بینائی معدوم ہوگئی تو انہوں نے قصیدہ بُردہ شریف پڑھ کر دم کرنے کی فرمائش کی، چند روز یہ عمل کیا گیا تو آپ کی بینائی واپس آ گئی۔

(فضل احمد عارف، برکات بُردہ، مطبوعہ نذیر پبلیشر، ۱۴۰ اے اُردو بازار لاہور، ص ۹۱)

مولانا محمد حسین پسروری علیہ الرحمہ نے مولانا عبدالسلام ہمدانی کشمیری ثم امرتسری علیہ الرحمہ (متوفی ۲۱ رجولائی ۱۹۵۵ء لاہور) کی کتاب ''الکواکب الدریہ فی شرح القصیدہ القطبیہ (حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ) مطبوعہ امرتسر ۱۳۲۲ھ کے صفحہ ۱۲۳ پر تقریظ بھی لکھی۔

آخر آپ مستعار زندگی گذار کر ۱۹۵۰ء میں اسّی برس کی عمر میں وفات پائی، جامع مسجد حنفیہ اعواناں، محلہ اعواناں رنگ پورہ سیالکوٹ کے احاطہ میں شمال کی جانب اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ حافظ فتح الدین رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۹ رشعبان المعظم ۱۳۱۴ھ) کے دامن میں دفن ہوئے،

اسی مسجد میں آپ سے مولانا ضیاء الدین احمد مدنی قدس سرہٗ نے تعلیم حاصل کی، آپ کے مزار مبارک پر کوئی کتبہ وغیرہ نہیں ہے، دیوار پر ایک کاغذ چسپاں ہے جس پر یہ عبارت درج ہے۔

برگزیدہ زماں، کاشف ہر سر وجلی، قدوۂ دارین، عالم باعمل، صوفی باصفا

حضرت مولانا الحاج الشیخ محمد حسین صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ،

وصال ۱۰ رشوال المکرم ۱۳۰۷ھ

(مکتوب محمد نور المصطفیٰ رضوی، سیالکوٹ، بنام راقم الحروف خلیل احمد)



جہاد کشمیر اور تحریک بالاکوٹ

سید زاہد حسین نعیمی

کشمیر میں آزادی کی تحریک 1990ء کی دہائی میں پورے عروج پر تھی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے، پاکستان و آزاد کشمیر میں بعض سیاسی و مذہبی جماعتیں اور تنظیمیں اس کوشش میں لگی ہوئی تھیں کہ آزادی کشمیر کی یہ تحریک جب کامیابی سے ہمکنار ہو تو اس کا کریڈٹ ان کو حاصل ہو، اس لحاظ سے اُنہوں نے تحریری، تقریری اور عملی طور پر یہ بات ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی کہ آزادی کشمیر کی اس تحریک میں ابتداء سے اب تک صرف ان کا اور ان کے اکابرین کا کردار تھا، اور دیگر کسی سیاسی تنظیم، جماعت یا شخصیت کا کوئی کردار نہیں تھا، اس سلسلہ میں اُنہوں نے ہر طرح کا محاذ سنبھال رکھا تھا، خصوصاً اپنے جرائد ورسائل کے علاوہ انہوں نے روزنامہ اخبارات سے بھی بھرپور استفادہ کیا تھا، برصغیر پاک و ہند کی ایک تحریک مولانا غلام رسول مہر اور ان سے منسلک حضرات کے نزدیک ''تحریک جہاد'' کہلاتی ہے، چنانچہ یکطرفہ تاریخ لکھنے والوں نے نہ صرف برصغیر بلکہ آزادی کشمیر کی تحریک کو بھی اس سے منسلک کرنے کی کوشش کی ہے، بلکہ اب تو انہوں نے بوسنیا، فلسطین، چیچنیا کی تحریک کو بھی سیّد احمد بریلوی کی تحریک کا حصہ ثابت کرنے کی سعی شروع کی ہے، کشمیر کی تحریک آزادی کے لیے جن حضرات نے گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں اُن میں ۱۸۳۱ء اور ۱۸۳۲ء میں ریاست

پونچھ میں شروع ہونے والی تحریک کی قیادت جن زعماء نے کی تھی ان میں سردار ملّی خان شہید اور سردار سبز علی خان شہید کو کبھی بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے اِن حضرات کی تحریک کو سیّد احمد بریلوی کی تحریک بالاکوٹ سے جوڑنے کی بھرپور کوشش کی گئی جو اب بھی جاری ہے، اس طرح اُن کو اپنے اکابرین میں ثابت کیا جارہا ہے، ہم نے اس مضمون میں اختصار سے اسی بات کا جائزہ لیا ہے کہ کیا تحریک آزادی کشمیر کی کسی طرح تحریک بالاکوٹ سیّد احمد بریلوی کی تحریک سے کوئی تعلق ہے یا نہیں، تاکہ حقیقت حال تاریخ کشمیر اور تحریکِ کشمیر میں دلچسپی رکھنے والوں پر واضح ہو جائے اور اگر کوئی اس سلسلہ میں قلم اٹھائے تو اسے کوئی غلط فہمی نہ ہو سکے۔ ہم یہاں یہ گزارش بھی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں، کہ آزادی کے لیے سب سے پہلے علماء و مشائخ اہلسنت نے ۱۵۳۳ء میں جہاد کا فتویٰ دیا تھا تاریخ کشمیر میں یہ جہاد کشمیر کے لیے پہلا فتویٰ تھا، جو دیا گیا تھا، جبکہ اس وقت سیّد احمد بریلوی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، ہم تحریک آزادی کشمیر میں علماء مشائخ اہلسنت کے کردار پر کسی دوسرے مضمون میں اظہار خیال کریں گے فی الحال آئندہ سطور میں، ہم صرف ''تحریک بالاکوٹ'' کا ''جہاد کشمیر'' سے تعلق کے عنوان پر کچھ عرض کریں گے، چونکہ مولانا زاہد الراشدی پہلے بھی ''نوائے قلم'' روزنامہ اوصاف، اسلام آباد، مورخہ ۲؍جون تا ۲ اگست ۲۰۰۱ء میں متعدد بار لکھ چکے ہیں، کہ سیّد احمد بریلوی کی اصل منزل مظفر آباد تھی وہ کشمیر کو آزاد کرا کر اسلامی ریاست قائم کرنا چاہتے تھے، ۱۸۳۲ء میں جہاد کشمیر جس کی قیادت سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان کر رہے تھے وہ بالاکوٹ کے جہاد میں شریک تھے اور اسی جرم میں ان کو ڈوگروں نے شہید کر دیا تھا اور یہ کہ موجودہ تحریک آزادی کشمیر ''تحریک مجاہدین'' بالاکوٹ کا تسلسل ہے، انہی دنوں میں بشیر سدوزئی بھی روزنامہ اوصاف میں اپنے کالم میں لکھ چکے ہیں کہ ''سیّد احمد بریلوی ۱۸۳۰ء میں ریاست پونچھ منگ میں آئے تھے اور سدھن سرداروں سے تعاون کیا تھا۔'' حال ہی میں مولانا زاہد الراشدی نے ایک بار پھر اس مسئلہ کو اٹھایا ہے اور روزنامہ اوصاف اسلام آباد مورخہ ۳۰ جولائی اور ۳۱ جولائی ۲۰۱۷ء بعنوانی ''شریعت کورٹ آزاد کشمیر کا پس منظر'' جہاد کشمیر اور تحریک بالاکوٹ کو جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے آئندہ سطور میں ہم ہر دو حضرات مولانا زاہد الراشدی اور بشیر سدوزئی کے موقف کا جائزہ لیں گے اس سے پہلے ۱۸۳۲ء میں شروع ہونے والے جہاد کشمیر کے کیا محرکات تھے، اس کا جائزہ لیتے ہیں۔

محرکات جہاد کشمیر ۱۸۳۲ء

۱۸۳۲ء میں جہاد کشمیر کے کیا محرکات تھے؟ جس میں سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان نے اپنے ساتھیوں سمیت شہادت کی انوکھی داستان و تاریخ رقم کی، جناب عارف سدوزئی لکھتے ہیں۔

۱۔ رنجیت سنگھ کے پونچھ پر قبضہ سے سدوزئی سردار پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

۲۔ رنجیت سنگھ نے پونچھ جسروٹہ کا علاقہ ہیرا سنگھ کو بطور جاگیر عطا کیا تو پونچھ کے یہ آزاد قبائل ماہی بے آب کی طرح تڑپ اُٹھے۔

۳۔ ان کے بنیادی حقوق غصب کر لیے گئے تھے، اُن کی آزادی سلب کر لی گئی تھی۔

۴۔ وہ طاغوت کے تسلط میں آچکے تھے۔ سدوزئیوں نے اس غلامی کو دل سے قبول نہ کیا اور احساس زیاں نے ان کو ڈوگرہ سکھ سامراج کے خلاف لاکھڑا کیا۔

۵۔ راجہ بھمبر سلطان خان اور راجہ راجوری اعز خان کو گرفتار کر لیا گیا۔

۶۔ پونچھ اور راجوری بھمبر کا علاقہ ہندو گورنر دیوان دلباغ رائے کی نگرانی میں دے دیا۔

۷۔ پونچھ کے ایک سردار شمس خان جو لاہور دربار سے وابستہ تھے، دیوان دلباغ رائے سے علیحدگی اختیار کر لی تھی، جس پر ڈوگروں نے انتہائی اقدام اُٹھایا ظلم کی انتہا کر دی۔

۸۔ سدوزئیوں نے خود مختارانہ زندگی کو برقرار رکھنے کے لیے آزادی کا علم بلند کیا، انہوں نے غلامی پر شہادت کو ترجیح دی، ان کو اپنی آزادی کی حفاظت کے لیے شمشیر بکف رہنا پڑا۔

(تاریخ سدھن قبائل" ص ۵۴، ۵۵" "تاریخ پونچھ" ص ۵۶، ۵۷، ۵۸)

یہ تھے وہ اسباب و محرکات جس کے باعث مجاہدین کشمیر اور خصوصاً مجاہدین پونچھ سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان نے قوم کی قیادت کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا، اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جہاد کشمیر پونچھ خالصتاً مقامی طور پر شروع کیا گیا تھا، اس کا کسی بیرونی تحریک خصوصاً تحریک بالاکوٹ سے کوئی تعلق نہ تھا، اور نہ ہی اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان کو اس لیے شہید کیا گیا تھا، کہ اُنہوں نے سیّد احمد بریلوی کی تحریک بالاکوٹ میں حصّہ لیا تھا، سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان اور دیگر مجاہدین پونچھ کی شہادت کے بعد وقتی طور پر ڈوگرہ حکمرانوں کو کامیابی تو حاصل ہوگئی، لیکن شہداء کے خون سے آزادی کی ایک ایسی تحریک نے جنم لیا کہ ڈوگرہ حکمران خس و خاشاک کی طرح بہہ گئے اور انشاء اللہ وہ وقت بھی دور نہیں جب

ہندو بنیا بھی اپنی موت آپ مرجائے گا، اور صبح آزادی کشمیری مسلمانوں کا مقدر ہوگی۔

تحریک بالاکوٹ

گزشتہ سطور میں ۱۸۳۲ء میں پونچھ میں تحریک آزادی کے محرکات اور پونچھ پر ڈوگروں کے حملے کے اسباب پر اظہار خیال کر چکے ہیں، ان سطور میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ کیا جہاد کشمیر کا تحریک بالاکوٹ سے کوئی تعلق تھا یا کہ نہیں اور یہ کہ کیا سیّد احمد بریلوی نے کشمیر میں بالعموم اور پونچھ میں بالخصوص سدھنوتی منگ کا دورہ کیا تھا یا کہ نہیں۔ تحریک بالاکوٹ کو تحریک المجاہدین یا تحریک جہاد بھی کہا جاتا ہے، اس تحریک کے روح رواں سیّد احمد بریلوی ہیں، آپ کے متعلق لکھا ہے، "سیّد احمد شہید نومبر ۱۷۸۳ء میں رائے بریلی (یو۔پی بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۱۰ء میں امیر خان کے ہاں سواروں میں بھرتی ہو گئے، ۱۸۱۶ء تک سپہ گری کی، مسلمانوں میں ہندوانہ روسم و رواج بالکل پسند نہیں کرتے تھے، غیر اسلامی عقیدوں کو ختم کر دینا چاہتے تھے، ۳۰ جولائی ۱۸۲۲ء حج کے لیے رائے بریلی سے روانہ ہوئے، نومبر ۱۸۲۲ء کلکتہ پہنچے، ۱۸۲۲ء کے آغاز میں جدہ روانہ ہوے، ۲۹ اپریل ۱۸۲۴ء کو وطن واپس پہنچے جنوری ۱۸۲۶ء میں جہاد کے سفر پر روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ قریباً چھ ہزار افراد تھے جو پنجاب اور سرحد میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی دلانے کی غرض سے جہاد کرنے گھر سے نکلے تھے، مجاہدوں کا یہ قافلہ گوالیار، اجمیر، سندھ اور افغانستان سے ہوتا ہوا پشاور داخل ہوا، کئی ایک معرکوں کے بعد ۱۸۳۰ء میں قریباً دو ماہ تک پشاور سید احمد شہید کے ہاتھ رہا، ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ کے مقام پر سکھ فوج نے مجاہدوں کو نرغے میں لے لیا، ایک خون ریز لڑائی کے بعد سیّد احمد اور شاہ اسماعیل قریباً چھ سو مجاہدوں کے ساتھ شہید ہو گئے"، (تاریخ برصغیر ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱)

سطور بالا میں سیّد احمد بریلوی کی سوانح اور تحریک کو جامع انداز میں پیش کیا گیا آئندہ سطور میں اسی کی بنیاد پر کچھ گزارش کریں گے۔ بشیر سدوزئی کے موقف کا بھی جائزہ لیتے ہیں، چنانچہ سدوزئی صاحب نے بھی اپنے مضمون میں لکھا "سیّد احمد بریلوی ۱۸۲۶ء میں سرحد پہنچے، لوگوں کو جہاد کے لیے تیار کیا، سوات کے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں سے پنجتار کو اپنا مرکز بنا کر یہاں اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی مگر ان کی کوشش زیادہ عرصہ کامیاب نہ ہوئی، صرف ایک سال بعد ہی ان کو پنجتار چھوڑنا پڑا، جہاد سے پرانا تعلق ہونے کی وجہ سے پونچھ اور پوٹھوہاری علاقوں کے عوام اور سرحد کے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کی کوشش کی غرض سے کشمیر اور پونچھ کا

سفر شروع کیا اور ۱۲۲۵ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو منگ کا دورہ کیا''۔

مزید لکھا ہے ''مظفر آباد کا دورہ بھی انہی دنوں میں ہی ممکن ہے پشاور سے منگ آتے ہوئے انہوں نے مظفر آباد کا سفر اختیار کیا ہو''۔ (مضمون مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء روزنامہ اوصاف اسلام آباد)

اس کے علاوہ بھی یہ لکھا کہ ''شاید دورہ کا مقصد یہ تھا، کہ سدھن سرداروں سے تعاون حاصل کیا جا سکے'' وغیرہ وغیرہ سدوزئی صاحب کو بھی شک ہے کہ شاید مقصد سدھن سرداروں سے تعاون حاصل کرنا تھا، مظفر آباد سے پونچھ کے سفر کے لیے بھی شک کا اظہار کیا گیا، جبکہ اس کے برعکس سیّد احمد بریلوی کے سیرت نگاروں اور مورخوں نے سفر ''جہاد'' کی تفصیل میں یہ لکھا ہے کہ ''جمادی الثانیہ ۱۲۴۱ء مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۲۶ء یہ قافلہ رائے بریلی سے روانہ ہوا'' (شہید بالاکوٹ'' ۱۰۴، ''علماء ہند کا شاندار ماضی'' ۱۸۴) یہ سفر مختلف راستوں، پہاڑوں، ریگستانوں، صحراؤں سے ہوتا ہوا، رائے بریلی سے سرحد تک پورے دس ماہ میں مکمل ہوا''۔ (شہید بالاکوٹ ۱۱۲)

لیکن سیّد احمد بریلوی کا یہ قافلہ جب پنجتار پہنچا تو کیا فوری ہی جہاد شروع ہو گیا یا وہاں قیام فرمایا اور بعد میں شروع ہوا چنانچہ لکھا ہے۔ قافلہ نے جیسے ہی اس آزاد مرکز پر پڑاؤ ڈالا، سکھوں کی فوجوں سے تصادم شروع ہو گیا، اب ہنگامی حالات میں ضبط قائم رکھنے نیز مفتوحہ علاقوں کا انتظام سنبھالنے کے لیے باقاعدہ نظام حکومت کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ ۱۰ جنوری ۱۸۲۷ء (۱۲ جمادی الاخری ۱۲۴۲ء) میں عارضی حکومت قائم کی گئی۔

سیّد احمد صاحب نے حلف لیا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی ۱۹۰) ''غلام رسول مہر کے نزدیک یہ بیعت جہاد کے لیے تھی، جبکہ سیّد محمد میاں کا خیال ہے کہ یہ حکومت کی قسم کا ایک نظام تھا جس کا حلف لیا گیا''۔

''حاشیہ علماء ہند کا شاندار ماضی'' صفحہ ۱۹۰ دس ماہ تقریباً ایک سال کا سفر بھی یہ بتاتا ہے کہ یہ جہاد کا ہی حلف ہوا ہو گا اور ممکن ہے اس موقع پر حکومت کا اعلان بھی کیا گیا ہو اس طرح یہ ماننا پڑے گا، کہ سیّد احمد کا جہاد ''۱۸۲۶ء میں نہیں بلکہ ۱۸۲۷ء میں شروع ہوا یا پھر ۱۸۲۶ کا آخر اور ۱۸۲۷ء کا آغاز ہو گا، اس لحاظ سے بشیر سدوزئی کا موقف کمزور پڑ جاتا ہے، اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آغاز جہاد ۱۸۲۶ء میں ہی ہو گیا تھا تو بہر حال یہ ماننا پڑے گا، کہ سیّد احمد بریلوی نے

عارضی حکومت ۱۸۲۷ء میں قائم کی تھی، جبکہ سیّد احمد بریلوی نے ۱۸۳۰ء میں پشاور پر قبضہ کر لیا اور پشاور میں حکومت قائم فرما کر اپنا سکہ جاری کیا۔ (تاریخ برصغیر ۱۳۰، ۱۳۱)

سیّد احمد بریلوی کے سیرت نگاروں اور مورخین کے مطابق ۱۸۲۶ء میں سفر جہاد رائے بریلی سے شروع ہوا، ۱۸۲۶ء یا ۱۸۲۷ء میں باضابطہ اسلامی ریاست قائم ہوئی، جبکہ ۱۸۳۰ء میں حکومت کا قیام عمل میں لایا جا چکا تھا تو یہ سارا دور افراتفری کا دور تھا، چنانچہ لکھا ہے،

''کہیں معرکوں کے بعد ۱۸۳۰ء میں دو ماہ تک پشاور سیّد احمد شہید کے ہاتھ میں رہا یہاں اُنہوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اپنا سکہ جاری کیا لیکن حالات اس رخ پر جا رہے تھے، کہ انہیں جلد ہی پشاور سے روانہ ہونا پڑا''۔ (تاریخ برصغیر ۱۳۰)

۱۸۳۰ء میں سیّد احمد صاحب کو پشاور چھوڑنا پڑا ان کی اگلی منزل کیا تھی اور کس مقام کو مرکز بنا کر پھر سے ''جہاد'' کرنا چاہیے تھے۔ سیّد محمد میاں سے سنیے۔ ''راز دانوں نے بتایا ہے کہ سیّد صاحب کا ارادہ یہ تھا، کہ سندھ کو اپنا مرکز بنائیں گے'' (علماء ہند کا شاندار ماضی ۲۲۲)

سیّد صاحب سندھ کو اپنا مرکز بنانا چاہتے تھے لیکن مولانا زاہد الراشدی کا موقف ہے، کہ نہیں وہ مظفر آباد کو اپنا مرکز بنانا چاہتے تھے (کالم مورخہ ۱۹ جولائی) اور بشیر سدوزئی کا خیال ہے کہ شاید انہی دنوں میں انہوں نے مظفر آباد کا دورہ بھی کیا ہو (مضمون مورخہ ۱۰ اکتوبر روزنامہ اوصاف)

سیّد صاحب سندھ کو مرکز بنانا چاہتے تھے لیکن اُنہوں نے سندھ کے بجائے بالاکوٹ کا رخ کیا۔ چنانچہ لکھا ہے، ''برحال فتح پشاور سے تقریباً سولہ ماہ بعد اور عارضی حکومت قائم ہونے سے چار سال چار ماہ بعد جب ۱۲۴۶ھ میں آپ نے اس علاقہ سے کوچ کیا۔

خالصہ فوج ایک طرف تو سیّد صاحب کا راستہ روکنے لگی مگر ان کو پے در پے شکست ہوتی رہی، یہاں تک کہ مجاہدین کا لشکر بالاکوٹ پہنچ گیا، برف باری نے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی، یہی ایک محفوظ میدان منتخب کیا گیا اور جھونپڑیاں ڈال دی گئیں''۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ص ۲۲۲)

سیّد صاحب نے بالاکوٹ کو کیوں مرکز بنایا اس کے متعلق لکھا ہے، ''چونکہ یہ ایک محفوظ مقام تھا'' سیّد صاحب اپنے مجاہدوں کی بہتر صف بندی کے لیے ایک محفوظ مقام ہی کے خواہش مند تھے۔ محمود الرحمٰن نے لکھا ہے ''مسلمان سرداروں کی بے رخی سے بدل ہو کر سیّد احمد

نے پشاور کا علاقہ چھوڑ دیا اور بالاکوٹ کو اپنا مرکز بنالیا۔ یہ علاقہ شمال مغربی سرحد پر وادی کاغان کے جنوب میں واقع ہے، اونچے اونچے پہاڑوں سے گرا ہوا یہ مقام تین اطراف سے بالکل محفوظ تھا اس لیے ادھر سے بیرونی حملے کا خطرہ نہ تھا، بقیہ راستے پر حفاظتی دستہ تعینات کر دیا گیا، البتہ اس وادی میں آنے کا ایک راستہ ایسا تھا، جو ناہموار اور جھاڑ جنکار سے محفوظ تھا، وہاں پر حفاظت کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا، ویسے اس خفیہ راستے سے کوئی واقف نہ تھا''۔ (آزادی کے مجاہد حصہ اوّل صفحہ نمبر ۳۳)

سطور بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سیّد احمد بریلوی نے جنگی حکمت عملی کے پیش نظر بالاکوٹ کو اپنا مرکز بنایا تھا، اس سے زاہد الراشدی صاحب کے اس موقف کی تائید نہیں ہوتی ہے کہ ''سیّد احمد بریلوی مجاہدین کی جماعت کے ساتھ (کشمیر) جارہے تھے، راستہ میں اچانک سکھ افواج سے آمنا سامنا ہو گیا۔'' اور نہ ہی بشیر سدوزئی صاحب کے موقف کی تائید ہوتی ہے ''منگ سے مظفرآباد گئے تھے یا یہ کہ مظفرآباد سے منگ آئے تھے''۔ اس لیے کہ بالاکوٹ میں ہی آخری معرکہ ہوا، سیّد احمد بریلوی اپنے ساتھیوں سمیت جان کی بازی ہار گئے۔

نذیر احمد تشنہ نے بھی سیّد احمد بریلوی کی تحریک کو تحریک آزادی کشمیر سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ دیکھیے ''مسئلہ ریاست جموں وکشمیر صفحہ ۵۶ تا ۶۳''۔ لیکن خواجہ عبدالصمد وانی کے حوالے سے یہ بھی لکھ دیا، کہ بالاکوٹ کے معرکے میں تحریک مجاہدین کے قائدین کے جام شہادت نوش کرنے کے ایک سال بعد (۱۸۳۲ میں ریاست جموں وکشمیر میں ڈوگرہ راج کے آغاز سے ۱۴ سال قبل)۔۔۔ سکھوں کی بالادستی کے خلاف سردار شمس خان کی قیادت میں ہتھیار اٹھائے، دو نامور سدھن سردار، سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان اُن کے دست راست تھے۔۔۔ نے منگ اور پلندری کے مقام پر راجہ گلاب سنگھ اور اس کے بھائی راجہ دھیان سنگھ کی قیادت میں سکھ فوج کا مردانہ مقابلہ کیا۔۔۔ سدھن سرداروں سبز علی خان اور ملّی خان اور اُن کے ۲۶ ساتھیوں کی زندہ کھالیں کھنچی گئیں۔ (صفحہ ۶۰۔۶۱) اس سے پوری طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ سیّد احمد بریلوی کی تحریک مجاہدین بالاکوٹ کا ۱۸۳۲ء کے معرکہ منگ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور سردار سبز علی خان اور سردار ملّی خان کی تحریک، تحریک بالاکوٹ سے جدا تھی اور انہوں نے بعد میں جام شہادت نوش کیا۔ پھر کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ سیّد احمد بریلوی اور اُن کے ساتھی منگ پونچھ میں آئے تھے یا سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان بالاکوٹ گئے تھے۔

گزشتہ سطور میں ہم تاریخی حوالہ جات سے رائے بریلی سے پنجتار اور پشاور پھر پشاور سے بالاکوٹ تک کے ''سفر جہاد'' کا حال لکھ چکے ہیں۔ اب ان تاریخوں کا جائزہ لینے کو کوشش کریں گے، جس کا ذکر جناب سدوزئی صاحب نے دورہ منگ میں کیا ہے۔

جناب بشیر سدوزئی نے سیّد احمد بریلوی کے دورہ منگ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ دورہ رجب ۱۲۲۵ھ بمطابق ۱۸۳۰ء میں ہوا، لیکن رائے بریلی سے پنجتار تک کے سفر میں سیّد احمد بریلی کی گزرگاہ میں وہ راستہ نہیں آتا جس میں ''منگ'' پونچھ شامل ہو اور چونکہ ۱۸۳۰ء کا سن تاریخ سیّد صاحب کے پشاور پر قبضے کا ہے، اس سے ہم سیّد صاحب کے سیرت نگاروں سے ان تاریخوں کے متعلق جاننے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

۱۔ سیّد صاحب کا پہلا حملہ ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ، ۲۱ دسمبر ۱۸۲۶ء ہوا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی جلد دوم ص ۲۱۶)

۲۔ ۱۰ صفر ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۱ اگست ۱۸۲۹ء قلعہ ہنڈ پر حملہ کیا گیا۔

۳۔ لشکر مجاہدین آگے بڑھا، اواخر ستمبر ۱۸۲۹ء میں بلا کسی مزاحمت کے پشاور میں داخل ہو گیا۔ (شاندار ماضی ص ۲۱۹)

۴۔ رجب ۱۲۴۶ھ آپ نے اس علاقہ سے کوچ کیا۔ (شاندار ماضی ص ۲۲۲)

۵۔ ۱۸۲۲ء ایک بڑا قافلہ کے ساتھ آپ نے کلکتہ کی بندرگاہ سے عرب کا سفر کیا۔

۶۔ شوال ۱۲۳۶ھ میں سفر حج کے لیے وطن مالوف سے روانگی ہوئی۔ (نقش حیات جلد دوم ص ۴۳۰)

۷۔ سیّد صاحب اور ان کے قافلہ والے مکہ معظمہ میں ۱۲۳۷ھ کے آخر میں پہنچے۔ یعنی ۱۸۲۳ء میں۔ (نقش حیات: ص ۴۳۱، از مولانا حسین احمد مدنی)

درج بالا سطور سے معلوم ہوا، کہ ۱۲۴۲ھ بمطابق ۱۸۲۶ء بنتا ہے، ۱۲۴۵ھ بمطابق ۱۸۲۹ء سن بنتا ہے، جو سیّد صاحب کا سفر حج ہے اس لحاظ سے بشیر سدوزئی کا یہ فرمانا کہ سیّد احمد بریلوی نے رجب ۱۲۲۵ھ بمطابق ۱۸۳۰ء میں منگ کا دورہ کیا تھا، کسی بھی طور پر درست نہیں ہے۔ اگر سن ہجری ۱۲۲۵ھ کو ترک کر دیا جائے اور صرف سن عیسوی ۱۸۳۰ء کو ہی تسلیم کرلیا جائے پھر بھی اس سے سیّد صاحب کا دورہ منگ ثابت کرنا مشکل ہے اس لیے، کہ سیّد صاحب کے سوانح نگاروں اور مورخین نے لکھا ہے کہ ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۱ء تک ان کا مسلسل جہاد میں مصروف رہنا

ثابت ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ ۱۸۳۰ء میں وہ کسی راستہ سے مظفر آباد یا منگ دورہ پر آئے تھے، تو اتنے مختصر وقت میں وہ کس طرح اپنے مرکز پشاور میں واپس بھی پہنچ گئے، پھر ''۲۴ ذی القعد ۱۲۴۶ھ بمطابق ۷ مئی ۱۸۳۱ء کو ''شہادت'' فرمائی۔ (شاندار ماضی جلد دوم ص ۲۲۳)

آئندہ سطور میں ہم جغرافیائی لحاظ سے یہ دیکھنے کی کوشش کریں گے کہ سیّد احمد بریلوی نے کبھی ریاست جموں و کشمیر میں جہاد کی غرض سے کوئی سفر کیا تھا، اور یہ کہ سردار سبز ملّی خان اور سردار سبز علی خان سے کبھی بھی ان کا رابطہ ہوا تھا۔ ذیل میں ان علاقہ جات اور شخصیات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے جن کا تعلق سیّد احمد بریلوی کی تحریک بالاکوٹ اور سردار ملّی خان، سبز علی خان کے جہاد کشمیر منگ سے ہوسکتا تھا۔ یہ علاقہ جات بذیل ہیں۔

۱۔ کشمیر۔ سابق ریاست جموں و کشمیر بھارت کے شمال اور پاکستان کے شمال میں ایک متنازع ریاست جس کے ایک حصہ پر بھارت نے تقسیم برصغیر کے بعد غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ ''انسائیکلوپیڈیا اردو ص ۷۹۵''

کشمیر کے جنوب اور مغرب میں پاکستان اور شمال میں چین اور افغانستان اور مشرق میں تبت کا علاقہ ہے۔ یہ علاقے مشرقی پنجاب (بھارت) کے ساتھ غیر قدرتی طور پر ملایا گیا ہے، حالانکہ پاکستان کے ساتھ ہی آمدورفت ہوسکتی ہے دوسری طرف لداخ کے ذریعے چین سے ملا ہوا ہے۔ ''انسائیکلوپیڈیا ۷۹۵''

۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے ۷۵ لاکھ روپے کے عوض ڈوگرہ راجا گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کیا۔ ''انسائیکلوپیڈیا ۷۹۵''

۲۔ پنجاب: برصغیر کے شمال مغرب میں ایک تاریخی علاقہ۔

برصغیر کی آزادی سے قبل پنجاب کی سرحد میں پاکستان اور بھارت کے مشرق، مغرب میں رینالہ ڈویژن سے دریا اٹک اور شمال جنوب میں راولپنڈی سے بہاولپور تک تھیں۔ ۱۹۰۰ء تک دلّی سے نوشہرہ تک اور بہاولپور سے ہزارہ تک کا علاقہ پنجاب میں شامل تھا۔ ''انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۹۳''

پنجاب اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں سلطنت گور کنارے پہنچی تو پنجاب پر سکھوں نے قبضہ کیا، انیسویں صدی کے اوائل میں انگریز اس کو ہتھیانے کے لیے پر تولنے لگے۔ آخر دو جنگوں ۱۸۴۹ء انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کرلیا۔ (انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۹۳ صفحہ ۲۹۲)

۳۔ رنجیت سنگھ: ۱۷۸۰ء ۔ ۱۸۳۹ء پنجاب پر سکھ سلطنت کا بانی ۱۸۰۹ء

عہد نامہ امرتسر کی رو سے دریا ستلج رنجیت سنگھ کی سلطنت کی جنوبی حد قرار پایا پھر اس نے شمال مغرب کا رخ کیا۔ لگاتار لڑائیوں کے بعد اٹک، ملتان، کشمیر، ہزارہ، بنوں، ڈیرہ جات، پشاور فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ (انسائیکلوپیڈیا ص ۵۲۳)

سطور بالا سے پتہ چلا کہ کشمیر کے مشرق میں تبت اور مشرق پنجاب (بھارت) کے علاقے ہیں۔ رنجیت سنگھ کی سلطنت میں کشمیر کے ملحقہ علاقے شامل تھے۔ اس کی عملداری ۱۸۳۹ء تک رہی کشمیر ۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے ۷۵ لاکھ کے عوض گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کردیا، پنجاب میں اٹک، راولپنڈی سے بہاولپور، نوشہرہ اور ہزارہ تک کا علاقہ شامل ہیں، یہ ۱۹۰۰ء تک اسی طرح رہا۔

۴۔ بریلی: سیّد احمد بریلوی، بریلی میں پیدا ہوئے اور یہاں ہی سے اپنی تحریک کا آغاز کیا۔ بریلی کے بارے میں لکھا ہے، بریلی اتر پردیش (بھارت) کا ایک شہر ہے، اس کی بنیاد ۱۶۵۷ء میں پڑی ۲۰۔ ۱۷۸۰ء تک روہیل کھنڈ کی حکومت کا مرکز رہا، ۱۸۰۱ء میں انگریزوں نے قبضہ کیا۔ (انسائیکلوپیڈیا ص ۲۱۸)

۵۔ اتر پردیش اتر پردیش (UP) شمالی بھارت کی ایک ریاست دار الحکومت لکھنو۔ شمال میں نیپال اور تبت اور شمالی علاقہ ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا ص ۴۹)

کشمیر، پنجاب، اور اتر پردیش کے محل وقوع کو مدنظر رکھیے۔ پھر ایک نظر سیّد احمد بریلوی کے سفر جہاد پر رکھیے خود بخود اندازہ ہو جائے گا کہ انہوں نے بجائے کشمیر کے اپنے سفر کا رخ سرحد کی طرف کیا۔

سید صاحب کا سفر جہاد: حسین حسنی بحوالہ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔

''آپ اس سفر پر ایک نگاہ ڈالیں جس میں کم و بیش دس مہینے بسر ہوئے اور مسافت ڈھائی ہزار میل سے کم نہ ہوگی رائے بریلی (یو۔پی) سے بندھیل کھنڈ ہوتے ہوئے گوالیار اور ٹونک تک پہنچے۔ پھر راجپوتانہ کے بے آب و گیا و ریگ زار طے کیے۔ جنوب مشرق میں سندھ میں داخل ہوئے تو شمال مغرب سے باہر نکلے اس کے بعد بلوچستان کا صحرائی علاقہ، قیامت خیز گرمی پھر خشک پہاڑ، خطرناک درّے، دشوار گزار گھاٹیاں، اکثر کھانے کی تکلیف، پانی کی قلت، زیادہ تر متواتر سفر، بیشتر غازی پیدل، ان تمام مقامات کا اندازہ آج کے حالات کی بناء پر نہیں بلکہ سوا سو سال بیشتر کے حالات کی بناء پر کرنا چاہیے۔ (شہید بالاکوٹ ص ۱۱۳)

''جنوری ۱۸۲۶ء میں سیّد احمد اپنے مجاہدوں کے ساتھ جہاد کے لیے روانہ ہوئے وہ دہلی

سے پنجاب نہیں گئے تھے اس لیے کہ سکھوں کی مخالفت کا خطرہ تھا، چنانچہ اُنھوں نے طویل راستہ اختیار کیا۔ گوالیار، ٹونک، راجپوتانہ اور بہاولپور سے ہوئے سندھ آئے، سیّد احمد سندھ سے بلوچستان پہنچے۔ پھر وہاں سے قندہار، غزنی اور کابل کے راستے درہ خیبر آئے، پھر وہاں سے پشاور پہنچے"۔ (آزادی کے مجاہد حصہ اوّل" ص ۳۲)۔

مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں۔

"یہ جماعت سرحد تک کئی ہزار میل سفر کرکے جبکہ ریل ہوائی جہاز موٹریں نہ تھیں۔ ہر قسم کی تکالیف جھیلتی ہوئی ہزاروں جانفروشوں کو لئے ہوئے، پہاڑوں، دشوار گزار دروں، ریگستانوں کو عبور کرتے ہوئے براہ سندھ قندھار، قابل، درہ خیبر، صوبہ سرحد پہنچی ہے، (کیونکہ انگریز نے کسی دوسرے راستے سے جانے نہیں دیا تھا"۔ (نقش حیات جلد دوم ص ۴۴۶)

سید احمد بریلوی کے سفر جہاد کے نقشے سے پتہ چلتا ہے، کہ "یہ سفر ریاست اتر پردیش کے شہر رائے بریلی سے فتح پور، ماروار، جودھپور، عمرکوٹ، موناباؤ، میر پور خاص، رانی پور، شکار پور، ڈھاڈر، (سبی) درہ بولان کوئٹہ، چمن، قندھار، غزنی سے کابل تھا" (نقشہ ہجرت ۱۱۳) (نقشہ پاک و ہند (انتظامی تقسیم) عبدالحکیم مالک یونیورسٹی بکڈپو۔ لاہور) اور پھر صوبہ سرحد کی سرگرمیوں پر نظر رکھیے تو معلوم ہوگا کہ "پنجتار سے منگل تھانہ۔ گئی گلی، نگری، وادی چملہ، نیر ڈھیری، کرنا، کابل گرام، تاکوٹ، راج واری، پھون، چیوڑی، بھوگڑ منگ مئی کوٹ، اور مئی کوٹ سے بالاکوٹ "شہید بالاکوٹ نقشہ صوبہ سرحد میں مجاہدین کی سرگرمیوں والے علاقے" (صفحہ ۱۲۰۔۱۲۱)۔

ان علاقوں سے ہوتا ہوا سیّد صاحب کا قافلہ بالاکوٹ پہنچا۔ سیّد صاحب کے سفر پر ایک نظر رکھیے تو معلوم ہوتا ہے، کہ یہ دشوار گزار راستہ طوالت کے ساتھ اس لیے اختیار کیا گیا، کہ پنجاب کا پورے کا پورا علاقہ سکھ اور انگریز عملداری میں تھا۔ جس کا ذکر مولانا حسین احمد مدنی "نقش حیات" اور محمود الرحمٰن نے "آزادی کے مجاہد" میں کیا ہے۔ سفر کی طوالت اور دشواری انگریزوں اور سکھوں کی مخالفت کے باعث اختیار کی گئی۔ اگر اسی وجہ سے ہی اتنا طویل اور مشکل ترین سفر اختیار کیا گیا تو پھر سیّد احمد بریلوی نے پونچھ خصوصاً منگ کا دورہ کس راستے سے کیا تھا، اور چونکہ یہ سفر ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ میں اختتام پزیر ہو گیا تھا تو پھر ۱۸۳۱ء میں کب اور کس طریقہ سے مظفرآباد میں داخل ہوئے تھے۔ ریاست جموں وکشمیر میں ممکنہ داخلے اور سفر کرنے کے چند راستے ہیں، بھارت کی ریاست اتر پردیش سے کشمیر تک پہنچنے کا راستہ یوں بنتا ہے

۱۔ رائے بریلی: قنوج، شاہجہان پور، بریلی شریف، مراد آباد، میرٹھ، مظفر گڑھ، سہارنپور، جگلی (ریاست ہماچل پردیش) ہری، لدھیانہ (ریاست پنجاب) جالندھر، گورداسپور، پٹھان کوٹ، سے ریاست جموں کشمیر کے صوبہ جموں کٹھوعہ میں داخل ہوتا ہے۔ بمطابق نقشہ برصغیر پاک و ہند (انتظامی تقسیم) یونیورسٹی بکڈپو اردو بازار لاہور۔

۲۔ پنجاب: دوسرا راستہ پنجاب کے راستے نارووال سے سیالکوٹ، گجرات، جہلم، میرپور کشمیر میں داخل ہوتا ہے۔

۳۔ پنجاب: تیسرا راستہ پنجاب کے شہر لاہور سے گوجرانوالہ، جہلم، راولپنڈی، پتن شیر خان، پلندری منگ تک پہنچتا ہے۔

۴۔ پنجاب: چوتھا راستہ راولپنڈی سے براستہ کوہ مری، کوہالہ سے ہوتا ہوا ریاست پونچھ میں داخل ہوتا ہے۔

۵۔ سرحد: پانچواں راستہ صوبہ سرحد (کے۔پی۔کے) کے علاقہ بالاکوٹ سے ہوتا ہوا، گڑی حبیب اللہ مظفرآباد کشمیر میں داخل ہوتا ہے۔ ۱۸۳۱ء میں وسائل کی کمی، ذرائع آمدورفت کی کمی، ذرائع رسل ورسائل کی شدید کمی کے باعث طویل سفر کرنا وہ بھی سامان حرب کے ساتھ جب کہ جہاد بھی سکھوں اور انگریزوں سے ہو رہا ہو، ان کی عمل داری والے علاقوں سے آزادانہ گزرنا کتنا مشکل تھا، خود ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پھر کشمیر میں ان راستوں سے داخل ہونے کے لیے دریا عبور کرنا پڑتے ہیں جبکہ دریاؤں پر پل نہیں بلکہ جانوروں کی کھال کے ذریعے یا لکڑی کی بیڑی کے ذریعے عبور ہو سکتے تھے۔ ان مشکلات اور دشواریوں کا اندازہ لگانا مشکل نہیں پھر کس طرح تسلیم کیا جائے کہ سید احمد بریلوی پونچھ میں خصوصاً "منگ" میں تشریف لائے تھے اور مجاہدین پونچھ سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان نے ان کی تحریک میں ساتھ دیا تھا اور اسی جرم میں ڈوگرہ نے ان کی زندہ کھالیں اتار دی تھیں۔ علاوہ ازیں جہاد کی تیاری کے لیے سیّد صاحب نے خود بھی دورے کئے اور ان کے خاص خلفاء وشاگردوں نے بھی، ان میں مولانا شاہ اسماعیل دہلوی بھی شامل ہیں، جن علاقوں میں وہ خود تشریف لے گئے یا ان کے خلفاء گئے ان میں نہ تو کشمیر شامل ہے اور نہ ہی پونچھ اس کی تفصیل "نقش حیات" "حیات طیبہ" "سیر تسید احمد شہید" اور "علماء ہند کا شاندار ماضی" میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

علاوہ ازیں اگر سیّد صاحب کا مقصد کشمیر میں ڈوگرہ حکومت کا خاتمہ کرکے یہاں اسلامی

ریاست کا قیام تھا جو کہ صحیح یہ ہے کہ ان کی مقصد نہ تھا جو ان کے سیرت نگار یہ ثابت نہیں کر سکے ۔اگر بالفرض تھا بھی تو اتنا طویل سفر بریلی سے افغانستان وہاں سے سندھ بلوچستان پھر سرحد پشاور سے ہوتے ہوئے بالاکوٹ کے راستہ کشمیر میں داخل ہونا سمجھ میں نہیں آتا اُنہوں نے سیدھا اور مختصر راستہ جو ریاست اتر پردیش (UP) سے پٹھان کوٹ اور پٹھان کوٹ سے کشمیر تھا، اس راستے کو کشمیر میں داخل ہونے کے لیے کیوں استعمال نہیں کیا۔لیکن صحیح بات یہی ہے کہ کشمیر یا پونچھ پر قبضہ ان کا مقصد نہ تھا، اب ان کے عقیدت مند زمین اور آسمان کے قلابے ملا کر تحریک بالاکوٹ کو تحریک آزادی کشمیر سے جوڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جسے کوئی بھی تاریخ کا طالب علم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔

سیّد صاحب کی کشمیر آمد کا حوالہ مولانا غلام رسول مہر نے ہی دیا ہے۔ ان کے ماخذ سیّد صاحب کے مکتوبات ملفوظات خاص شاگرد اور بالاکوٹ کے مقامی لوگ ہیں، راقم السطور کی معلومات میں مکتوب اور ملفوظ سردار ملّی خان اور سردار سبز علی خان کی تحریک کے متعلق خاموش ہیں البتہ بالاکوٹ اور خاص شاگردوں کی روایات ہوسکتی ہیں۔لیکن وہ اس لیے قابل قبول نہیں ہیں، کہ شاگرد عقیدت اور عوام مفروضوں سے کام لیتے ہیں۔شاگردوں اور مریدین کی عقیدت کا حال سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی زبانی سنیے۔

’’پیری مریدی کا سلسلہ بھی سیّد کی تحریک میں چل رہا تھا، اس لیے مرض صوفیت کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی حتیٰ کہ سیّد صاحب کی شہادت کے بعد ایک گروہ ان کے حلقہ میں ایسا پیدا ہو گیا جو شیعوں کی طرح اُن کی غیوبت کا قائل ہوا اور اب تک ان کے ظہور ثانی کا منتظر ہے‘‘۔’’تجدید احیائے دین ص ۱۲۱۔۲۲۱‘‘۔

کیا ایسے عقیدت مندوں کی روایات قابل قبول ہوسکتی ہیں۔اب بالاکوٹ عوامی روایات کا حال سنیے۔ حسین حسنی لکھتے ہیں۔

’’سیّد شہید کے سر کے متعلق اس روایت اور اس قبر کے بارے میں معلوم کرنا تھا، کہ ان کے متعلق یہاں کے لوگوں کا کیا خیال ہے؟

’’یہ پل کے قریب کس کی قبر ہی‘‘

او، تم نہیں جانتا۔ سیّد احمد بریلوی کے سر کا قبر ہے۔ جو بڑا بھاری بخاری سیّد تھا۔’’ ناواقفوں کے نزدیک ہر سیّد بخاری ہوتا ہے‘‘۔’’شہید بالاکوٹ ص ۱۲‘‘۔ بقیہ اگلے شمارے میں

الشیخ العالم حضرت شاہ عبدالباقی فرنگی محلی المہاجر المدنی قدس سرہٗ

خلیل احمد رانا

مولانا شاہ عبدالباقی بن مولانا علی محمد (المتوفی ۱۶ رمضان المبارک ۱۲۸۸ھ) بن مولانا محمد معین (المتوفی ۲ ر جمادی الثانی ۱۲۵۸ھ) بن ملا محمد مبین انصاری (المتوفی ۲۲ ر ربیع الثانی ۱۲۲۵ھ) قدس سرہما، ۱۸ ر رجب ۱۲۸۶ھ میں فرنگی محل (لکھنؤ) میں پیدا ہوئے۔

والد ماجد دو سال کی عمر میں چھوڑ کر وفات پاگئے، اور چار سال کی عمر میں والدہ بھی وفات پاگئیں، بڑے بھائی مولوی محمد ابراہیم صاحب کے سایہ عاطفت میں پرورش ہوئی، حافظ جعفر علی (المتوفی ۱۶ ر جمادی الاوّل ۱۲۹۸ھ یوم شنبہ) سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور گیارہ سال کی عمر میں ختم کیا، کتب درسیہ کا کچھ حصہ مولانا عبدالوھاب (المتوفی ۲ ر محرم ۱۳۲۱ھ) بن مولانا عبدالرزاق علیہ الرحمہ سے پڑھا، شرح وقایہ، رشیدیہ، سراجیہ، شریفیہ اور قطبی مع میر و شرح تہذیب اور بعض دیگر کتابیں مولانا سید عبدالحی بن مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی (المتوفی ۱۲۸۵ھ) سے پڑھیں اور معقولات کا زیادہ حصہ اور کچھ کتب منقول مولانا فضل اللہ (المتوفی ۱۳۱۲ھ) بن نعمت اللہ فرنگی محلی (المتوفی ۱۲۹۰ھ) اور اکثر منقولات اور بقیہ معقولات استاذ الاساتذہ مولانا سید عین القضاۃ (المتوفی ۱۳۴۳ھ) بن محمد وزیر حیدرآبادی الحسینی الحنفی نقشبندی لکھنوی سے پڑھیں، بیضاوی اور ہدایہ، اور مولانا محمد نعیم (المتوفی ۱۳۱۸ھ) بن مولانا محمد عبدالحکیم نظامی (المتوفی ۱۲۸۷ھ) رحہم اللہ تعالیٰ سے پڑھا، اور کتب حدیث حضرت مولانا شیخ شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی (المتوفی ۱۳۰۷ھ) سے پڑھیں اور فاتحہ الفراغ مولانا شاہ عبدالرزاق علیہ الرحمہ ہی سے صفر ۱۳۰۷ھ میں چند یوم مولانا کی وفات سے پیشتر پڑھا، مولانا نے اجازہ بھی تحریر فرما کر عنایت فرمایا۔

(مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی، تذکرہ علمائے فرنگی محل، مطبوعہ لکھنو ۱۹۳۰ء، ص ۸۶)

حضرت مولانا شیخ شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی (متوفی ۱۳۰۷ھ) بن مولانا شاہ جمال الدین لکھنوی (متوفی ۱۲۷۶ھ) قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے، اجازت و خلافت بھی انہی سے تھی۔

عقد آپ کا حضرت مولانا عبدالوھاب صاحب کی صاحبزادی سے ہوا اولاد ہوئی مگر زندہ نہ رہی، اہلیہ فرنگی محل میں رہیں، مدینہ منورہ میں دو عقد کئے مگر اولاد ہوئی مگر زندہ نہ رہی۔

(مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی، تذکرہ علمائے فرنگی محل، مطبوعہ لکھنو ۱۹۳۰ء، ص ۸۷)

رجب ۱۳۰۸ھ میں سفر حج فرمایا اور علمائے حرمین سے حدیث پڑھ کر سند حدیث حاصل کی، پھر ۱۳۱۲ھ میں سفر حج فرمایا اور شیخ مفتی عباس بن صدیق المکی، علامہ شیخ عبداللہ بن حسن المکی، علامہ احمد ابوالخیر میر داد الحنفی، شیخ محمد علی بن ظاہر الوتری، شیخ محمد الحریری سے اجازت لی۔

۱۳۱۳ھ میں دوسری بار سفر حج فرمایا اور علامہ مؤرخ احمد الحضراوی، الفقیہ احمد المیر غنی الشہیر بالمحجوب، شیخ صالح السناری اور بعض علوم میں شیخ محمد سعید بابصیل رحمہ اللہ سے اجازت حاصل کی۔

(سید انس یعقوب، اعلام من ارض النبوۃ، طبع مدینہ منورہ ۱۴۲۳ھ، ص ۴۸۳، ۴۸۴)

۱۳۲۱ھ میں علامہ محمد عبدالباقی بغداد حاضر ہوئے اور خانقاہ جیلانیہ کے سجادہ نشین ونقیب الاشراف مولانا سید عبدالرحمن قادری رحمۃ اللہ علیہ، نیز مزار حضرت غوث اعظم کے کنجی بردار مرشد کامل مولانا سید مصطفیٰ قادری جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔

۱۳۲۲ھ میں آپ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوئے اور مجاورۃ الرسول ﷺ اختیار کی، عالم عرب وحرمین شریفین کے اکابر علماء ومشائخ شیخ محمد امین رضوان، شیخ فالح الظاہری، شیخ احمد بن اسماعیل البرزنجی، شیخ احمد الشمس الشنقیطی، شیخ السلفی عبداللہ القدومی، سے مختلف علوم اسلامیہ اخذ کئے۔

بعد ازاں مسجد نبوی شریف میں دیگر علوم کے ساتھ درس حدیث کی تدریس کا آغاز کیا، اور آہستہ آہستہ یہ درس بڑے حلقہ میں تبدیل ہوگیا، ۱۳۲۴ھ میں مدینہ منورہ میں "المدرسۃ النظامیۃ" کا آغاز کیا جس میں تمام علوم کی تدریس شروع کی اس کا شہرہ پورے حجاز میں تھا۔

نظام حیدرآباد میر عثمان علی مرحوم کی طرف سے مدرسہ کا وظیفہ مقرر تھا، سلطنت ہاشمی کے سقوط کے بعد آپ سخت آزمائش میں مبتلا ہوگئے، نجدی حکومت کی آپ پر سخت نظر تھی، مگر آپ نے اعتقادی امور میں کبھی مداہنت گوارا نہ کی۔

(سید انس یعقوب، اعلام من ارض النبوۃ، طبع مدینہ منورہ ۱۴۲۳ھ، ص ۴۸۶، محمود احمد قادری، تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ مظفر پور بہار، ۱۹۷۱ء، ص ۱۷۲)

نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی اپنے سفرنامہ حج میں لکھتے ہیں:

"۲۷ محرم الحرام ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء مولوی عبدالباقی صاحب فرنگی محلی کا مدرسہ

دیکھا، اس مدرسہ کو ریاست حیدرآباد سے امداد ملتی ہے، اہتمام تعلیم غنیمت ہے، ناشتے کی ضیافت بھی مولانا نے فرمائی، مدرسہ اس دور میں علمی خدمت کر رہا ہے، مولوی صاحب کی ذات بھی مغتنمات سے ہے، نجدیوں کی وحشت کا مقابلہ جرأت وصداقت سے کیا، کلمہ حق کے اظہار سے ڈرے نہیں"۔

(الفوز العظیم "سفرنامہ حج" نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن شروانی، مطبوعہ کراچی ۱۹۸۸ء، ص ۳۸)

عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

"مدرسہ نظامیہ کی عمارت بہت وسیع اور مہمانوں کے لئے ہر طرح آرام دہ تھی"۔

(عبدالماجد دریابادی، سفر حجاز، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۹۵۱ء، ص ۱۶۶)

آپ کے شاگردوں میں علامہ سید محمد عبدالحی کتانی مراکشی، شیخ عبدالحفیظ الفاسی، شیخ محسن المساوی، علامہ سید احمد صدیق غماری مراکشی (م ۱۳۸۰ھ)، شیخ محمد یاسین الفادانی، شیخ عبداللہ غماری (م ۱۴۱۳ھ)، شیخ عبدالعزیز غماری (م ۱۴۱۸/ ۱۹۹۷ء)، شیخ حسن المشاط، علامہ سید علوی مالکی حسنی مکی، علامہ سید ابوبکر حبشی علوی مکی (م ۱۳۷۴ھ)، شیخ محمد الحافظ النجاتی، شیخ الصالح ادریس الکلنتانی، شیخ مختار بن عثمان مخدوم، اور شیخ محمد سعید دفتر دار حنفی مدنی وغیرہ مشہور علماء عرب کے نام اہم ہیں۔

(سید انس یعقوب، اعلام من ارض النبوۃ، طبع مدینہ منورہ ۱۴۲۳ھ، ص ۴۸۶)

مدینہ منورہ میں جن علماء سے تعلق رہا اُن کے نام یہ ہیں:

شیخ عبدالرؤف عبدالباقی	مدرس مسجد نبوی
شیخ عباس رضوان	مدرس مسجد نبوی
شیخ محمد العائش	مدرس مسجد نبوی
شیخ ملا سفر الکولابی	مدرس مسجد نبوی
شیخ عبدالحی ابوخضیر	مدرس مسجد نبوی
شیخ الفا ھاشم الفوتی	مدرس مسجد نبوی

تصانیف

۱۔ العقود المتلالئۃ فی الاسانید العالیۃ

۲۔الاسعاد بالاسناد

۳۔المناهل السلسله فی الاحادیث المسلسلة

۴۔نشر الغوالی فی الاحادیث العوالی

۵۔اغنام الانام بحکم سماع الصوفیة الکرام

۶۔کشف رین الزیب عن مسالة الغیب

۷۔اظهار الحق فی بیعة مولانا انوار الحق

۸۔المنح المدنیة فی مذهب الصوفیة

۹۔تحفة الاماجد بحکم صلاة الجنازة فی المساجد

۱۰۔الحقیقه فی العقیقه

۱۱۔ازالة الخطاء عن حکم کتابة النساء

۱۲۔آیات الکبری فی المعراج والاسراء

۱۳۔تحفة الخطباء من خطب النبی ﷺ والخلفاء

۱۴۔تسهیل المیزان وبدایة المیزان فی المنطق

۱۵۔خیر العمل تراجم فرنکی محل

۱۶۔برکة الباری فی سلالة جدنا ملا حافظ الانصاری

۱۷۔رسالة فی مناقب الاولیاء الخمس

۱۸۔شرح رسالة طاش کبریٰ زادة فی الادب

۱۹۔توضیح الصرف و میزان الصرف

(سید انس یعقوب، اعلام من ارض النبوۃ، طبع مدینہ منورہ ۱۴۳۳ھ، ص ۴۸۷)

۲۰۔حاشیہ توضیح وتلویح

۲۱۔حاشیہ نور الایضاح

۲۲۔التعلیق المحمود حاشیہ سنن ابی داؤد

۲۳۔زبدۃ الخصائل شرح عمدۃ الوسائل

۲۴۔نور العین فی تقبیل الابهامین عند ذکر الشهادتین

۲۵۔فک الوهم و الشک عن صوم یوم الشک

۲۶۔رسالہ حلیہ شریف

۲۷۔رسالہ ذکر شہادت سبط اصغر رضی اللہ عنہ

۲۸۔الجواهر العبقریه لزیارة المصطفویه

۲۹۔شرح رسالہ غوثیہ

۳۰۔رسالہ فی سدل الثوب

آپ کا خط نہایت پاکیزہ اور نسخ نستعلیق بہت خوب تحریر فرماتے تھے۔

(مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی، تذکرہ علمائے فرنگی محل، مطبوعہ لکھنو ۱۹۳۰ء، ص ۸۶)

آپ کا ذاتی کتب خانہ مدینہ منورہ میں موجود ومحفوظ ہے، پروفیسر محمد رضا انصاری نے ۱۹۶۵ء میں اس کتب خانہ میں بیٹھ کر کتاب ''خیر العمل تراجم علمائے فرنجی محل'' سے استفادہ کیا تھا۔

(پروفیسر محمد رضا انصاری، بانی درس نظامی، مطبوعہ اُردو اکادمی اُتر پردیش بھارت ۱۹۷۳ء، ص ۱۴)

آپ کا ایک فتویٰ جواز نداء یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ شائع شدہ ہے، جس کی عبارت درج ذیل ہے:

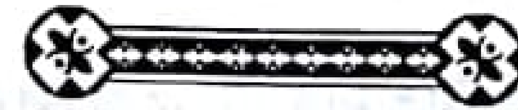
''واقعی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ کا پڑھنا شرک جب ہی ہے جب شیخ کو عالم بالغیب ومتصرف مستقل سمجھے مگر جب یہ اعتقاد نہیں بلکہ برکت واثر جان کے پڑھے تو ہرگز نہ کفر ہے نہ فسق نہ موہم شرک بلکہ مجرب ومعمول مشائخ قادریہ ہے، اس پر سند قول شاہ ولی اللہ صاحب انتباہ فی سلاسل اولیاء ہے، پس ایسے شخص کے پیچھے جو اس کو جائز رکھتا ہو نماز پڑھنا درست ہے اور اعادہ نماز لازم نہیں، فتاویٰ خیریہ میں ہے یا شیخ عبدالقادر فهو نداء و اذا اضیف الیه شئی فهو طلب الشئی اکراما لله فما الموجب لمحرمته انتهی (مطبوعہ بولاق مصر ۱۳۰۰ھ، ص ۱۸۲)، کشط الاہاب میں حسین مکی نے لکھا ہے'' واذا ثبت ان الانبیاء والاولیاء بعد ارتحال من هذا الدار اسمع والبصر من الاحیاء فان ناداهم بعض الملهوفین وطلب منهم التوسل والدعاء عندالله لکشف همومه واساه وقال مثلا یا شیخ عبدالقادر شیأ لله فلا نری به باسا و شناعته ویکون طلبا للتوسل والشفاعة لانا نعتقد ان احدا بعد الموت لا لا یملک شیئا من التصرف فی الوجود بل لا معطی ولا واهب الا الله النافع الکریم الودود ولا یطلب منهم الا ما یملکونه وهو التوسل عندالله فی قضاء الاوطار

وهذا التوسل جائز كما ثبت بالاخبار والاثار انتهى هذا والله اعلم حرره المتعوذ بالله من رقيته الشيطان ، الراقى محمد المدعو ن بعبد الباقى تجاوز الله عن سياته يوم التلاقى وجعله مظهر الاسمه الباقى ،محمد عبدالباقی فرنگی محل لکھنؤ''۔

(محمد حسن کوٹلہ کیرت پور ضلع بجنور، فتوی جواز یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، مطبوعہ مطبع خادم التعلیم لاہور ۱۳۳۶ھ، ص ۳۸، ۳۹)

علامہ محمد عبدالباقی لکھنوی نے ۴ ربیع الآخر ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، حضرت علامہ شیخ محمد علی حسین الخیرآبادی مہاجر المدنی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۷۴ھ) آپ کے ممتاز تلمیذ اور خلیفہ مجاز تھے، حضرت قطب مدینہ علامہ شیخ ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے اپنے سلسلہ طریقت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت، مطبوعہ مظفر پور بہار، ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء، ص ۱۷۲)



مخطوطات و نوادرات مخزونہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا کراچی

ڈاکٹر صبا نور (جی سی یونیورسٹی فیصل آباد)

شاہ احمد رضا خاں کی قریب ایک ہزار تصانیف میں ایک بڑی تعداد اب تک شایع نہیں ہوسکی۔ ان غیر شایع شدہ تصانیف میں مستقل تصانیف کے علاوہ مختلف علوم و فنون کی کتب پر حواشی و تعلیقات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد ہے۔ غیر شایع شدہ رسائل و حواشی کی ایک خاصی تعداد ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی میں گزشتہ چار دہائیوں سے محققین کی توجہ کی منتظر ہے۔ ان قلمی مخطوطات اور بعض شایع شدہ نوادرات کے عکس بانی ادارہ سید ریاست علی قادری بریلی سے خاندان رضویہ کے بعض افراد کے تعاون سے لائے۔ بعدازاں سید وجاہت رسول قادری نے مختلف مواقعوں پر بریلی سے مزید مخطوطات کے عکس حاصل کیے۔ دیگر مخطوطات دیگر علما و اداروں کے تعاون سے حاصل ہوئے۔ یہ تمام مخطوطات و نودرات الگ الگ فائلوں کی صورت میں رکھے گئے ہیں۔ بعض مخطوطات خود شاہ احمد رضا کے قلم سے ہیں اور بعض کو ان کے تلامذہ اور

مرکزی دارالافتاء کے علمانے نقل کیے ہیں جن میں خاص طور پر قاضی عبدالرحیم بستوی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی کاوشیں ہیں۔ اکثر حواشی و تعلیقات اصل سے علاحدہ صفحات پر متن کی مختصر عبارت کے ساتھ نقل کر لیے گئے۔

بعض علما و محققین نے ان میں سے بعض مخطوطات پر تحقیق و ترجمہ کا کام سرانجام دیا ہے جس میں سے بیشتر شایع بھی ہوچکے ہیں۔ ذیل میں پہلے ان مخطوطات کی فہرس پیش کی جارہی ہے جن پر تحقیق و ترتیب کا کام ابھی تک نہیں ہوسکا۔ اس فہرس کے بعد ایک الگ جدول میں ان مخطوطات و نوادرات کی تفصیل پیش کی جائے گی جو ادارے میں آمد سے قبل یا بعدازاں تحقیق، ترتیب (اور بعض اوقات ترجمہ) کے مراحل سے گذر چکے ہیں۔

جدول مخطوطات

فائل نمبر	تصنیف	زبان	صفحات	کیفیت	عکس قلمی/عکس
۲	علائم الحلوف	فارسی	۲۰	خوب	عکس قلمی
۳	امام احمد رضا سے منسوب اہم مخطوطات عکسی (متفرق)	اُردو	۱۱۳	میانہ	نامعلوم
۴	عزم الباری فی جوہر الریاضی	فارسی	۱۰۵۰	میانہ	عکس قلمی
۸	حواشی جامع الفصولین	عربی	۸۰	خوب	عکس قلمی
۱۰	حاشیہ تحفۂ اثناعشریہ	فارسی	۱۳۰	میانہ	عکس قلمی
۱۱	المسلک المقسط شرح المسلک المتوسط	عربی	۲۳۰	خوب	عکس قلمی
۱۲	حواشی بر رسالہ الشیخ الاکبر	عربی	۲۲	خوب	عکس قلمی
۱۳	حواشی الدر المنثور	عربی	۴۰	خوب	عکس قلمی
۱۴	حاشیہ علی تعلیقات الاشباہ والنظائر للعلامۃ الحموی	عربی	۶۳	خوب	عکس قلمی
۱۵	المعنی المجلی للمغنی والظلی	فارسی	۷	خوب	عکس قلمی

۲۰	حاشیہ زیج بہادر خانی	عربی	۲۱۰	خوب	عکس قلمی
۲۲	القواعد الجلیلۃ فی الاعمال الجبریۃ	عربی	۱۶	خوب	عکس قلمی
۲۴	الموہبات فی المربعات	عربی	۴۴	خوب	عکس قلمی
۲۹	نور العینی فی الانتصار الامام العینی	عربی	۱۷	میانہ	عکس قلمی
۳۱	حواشی مسند امام احمد بن حنبل	عربی	14	خوب	عکس قلمی
۳۲	حواشی ابن ماجہ	عربی	۹۰	خوب	عکس قلمی
۳۳	حاشیہ شرح چغمینی	فارسی	۳۹	خوب	عکس قلمی
۳۴	اِستخراج تقویم کواکب	فارسی	۲۳	میانہ	عکس قلمی
۳۵	کلام بر مساوات درجہ سوم	فارسی	۲۴	خوب	عکس قلمی/۲ میں دوسرا ۴ پر مشتمل
۳۶	رسالہ اُصول حدیث	عربی	۸	خوب	عکس قلمی
۳۹	حاشیہ کتاب الانوار	عربی	۳	خوب	عکس قلمی
۴۰	حاشیہ سنن دارمی	عربی	۳	خوب	عکس قلمی
۴۱	میول کواکب وتعدیل الایام	فارسی	۱۷	خوب	عکس قلمی
۴۲	حواشی تیسر شرح جامع صغیر	عربی	۹۱	خوب	عکس قلمی
۴۴	مبحث المعادلات الدرجۃ الثانیہ	عربی	۱۲	خوب	عکس قلمی
۴۶	میول الکوکب وتعدیل الایام	فارسی	۲۵	خوب	عکس قلمی
۴۹	حاشیہ تاج العروس	عربی	۱۱	خوب	عکس قلمی
۵۰	حواشی ہدایہ	عربی	۲۷۰	خوب	عکس قلمی عکس قلمی
۵۱	حاشیہ الصراح الصحاح	فارسی	۳	خوب	عکس قلمی
۵۲	الفوائد المتعلقہ بکتب الفقہ	عربی	۹۶	خوب	عکس قلمی
۵۳	حل المعادلات لقوی المکعبات	فارسی	۲۰	خوب	عکس قلمی

۵۴	استخراج التعدیلات	فارسی	۱۰	میانہ	عکس قلمی
۵۵	حاشیہ اصول طبعی	اُردو	۳۰	خوب	عکس قلمی
۵۶	حاشیہ اصول الہندسہ	عربی	۵۰	خوب	عکس قلمی
۵۷	اطائب الاکسیر فی علم التکسیر	عربی	۸۰	خوب	عکس قلمی
۵۸	مسؤلیات السہام	فارسی	۸	خوب	عکس قلمی
۵۹	حاشیہ مُلا جلال ومیر زاہد	عربی	۱۷۰	خوب	عکس قلمی
۶۰	استخراج الخطوط کلمات من الجیب	فارسی	۱۲	خوب	عکس قلمی
۶۱	الکسر العشری	عربی	۴	خوب	عکس قلمی
۶۲	حاشیہ زیج بہادر خانی	عربی	۷	خوب	عکس قلمی
۶۳	البرہان القویم علی العرض والتقویم (۱۳۲۷ھ)	فارسی	۹۰	خوب	عکس قلمی
۶۴	رسالہ جبر ومقالہ (۱۳۲۹ھ)	فارسی	۳	خوب	عکس قلمی
۶۵	حاشیہ زلالات البرجندی	عربی	۱۵	خوب	عکس قلمی
۶۶	وجوہ زوایا المثلث الکروی	فارسی	۱۲	خوب	عکس قلمی
۶۷	الجدول الرضویہ الاعمال الجعفریہ	عربی	۵۲	خوب	مطبوعہ
۶۸	الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ	فارسی	۱۶	خوب	عکس قلمی
۶۹	مقدمہ در حاصلت جمع وفرق وضرب	فارسی	۱۶	خوب	عکس قلمی
۷۰	حاشیہ الہدیۃ السعیدیۃ فی الحکمۃ الطبعیۃ	عربی	۲۷	خوب	عکس قلمی
۷۱	حل مساوات تیار درجہ سوم	فارسی	۳۵	خوب	عکس قلمی
۷۲	رسالہ در علم تکسیر (۱۳۲۸ھ)	عربی	۳۷	خوب	عکس قلمی
۷۳	استخراج مابین الطولین بذریعہ تقویم	فارسی	4	خوب	عکس قلمی
۷۴	حواشی شرح التذکرہ	عربی	۶	خوب	عکس قلمی
۷۵	تسہیل تعدیل	اردو	۱۱	خوب	عکس قلمی

۷۶	حاشیہ زیج بہادر خانی	فارسی	۶۵	خوب	عکس قلمی
۷۷	جامع بہادر خانی	فارسی	۱۹	خوب	عکس قلمی
۷۹	حاشیہ طیب النفس	عربی	۲	خوب	عکس قلمی
۸۲	مقالہ مفردہ	فارسی	۷	خوب	عکس قلمی
۸۳	کشف عن سجاہ زہ ہذہ الامۃ الالف	عربی	۱۶	خوب	عکس قلمی
۸۶	رویت الہلال (۱۳۲۳ھ)	فارسی	۱۴		عکس قلمی
۸۸	حواشی الدر المکنون	عربی	۱۱	خوب	عکس قلمی
۸۹	الجفر الجامع (۱۳۳۲ھ)	فارسی	۵۷	خوب	عکس قلمی
۹۱	رسالہ در حساب کسور اعشاریہ	فارسی	۱۰	خوب	عکس قلمی
۹۲	طلوع و غروب نیرین	اُردو	۵۰	خوب	عکس قلمی
۹۳	مفسر المطالع للتقویم والطالع	فارسی	۱۵	خوب	عکس قلمی
۹۴	السعی المشکور فی ابداء الحق المجور (۱۲۹۰ھ)	عربی	۱۱۰	خوب	عکس قلمی
۹۵	حاشیہ رسالہ علم ہیت	عربی			
۹۶	الصراح الموجز فی تعدیل المرکز	فارسی	۱۴	خوب	عکس قلمی
۹۸	حواشی المنح الفکریۃ	فارسی	۱۲	خوب	عکس قلمی
۹۹	رسالہ در علم مثلث				
۱۰۰	طریق اثبات الہلال (۱۳۲۰ھ)	اُردو	۲۴	خوب	عکس قلمی
۱۰۱	حواشی احیاء العلوم الدین	عربی	۲	خوب	عکس قلمی
۱۰۲	تفریح فی شرح التشریح	عربی	۲	خوب	عکس قلمی
۱۰۳	تشریح فی شرح التشریح	عربی	۳۰	خوب	عکس قلمی
۱۰۵	حواشی فتح المغیث	عربی	۹		عکس قلمی
۱۰۷	حواشی القاصد الحسنہ	عربی	۵	خوب	عکس قلمی

۱۱۰	فتویٰ عصمت پناہ	اُردو	۸	خوب	عکس قلمی
۱۱۳	کتاب العلل للمتناہید	عربی	۱۰	خوب	عکس قلمی
۱۲۷	نغمۃ الروح (۱۳۴۰ھ)	اُردو	۱۲		عکس قلمی

* اس مخطوطے تک رسائی نہیں ہوسکی، صفحات کی یہ تعداد دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والے مخطوطے کی فائل سے دیکھ کر درج کیے گئے ہیں

جدول نوادرات

فائل نمبر	تصنیف	زبان	مطبوعہ
۱	الجام الصاد عن سنن الضاد۔ (۱۳۱۷ھ)	عربی	فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن جلد ۶ میں موجود ہے
۵	رادا القحط الوبا (۱۳۱۱ھ)	اُردو	فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۶ میں موجود ہے
۷	النور والنوارق	اُردو	جدید فتاویٰ رضویہ، جلد ۲ اور ۳ میں موجود ہے
۹	حاشیہ جامع الافکار	عربی	عکس مطبوعہ ادارہ تحقیقات رضا
۱۶	بدل الجوایز علی الدعاء بعد صلاۃ الجنائز	اُردو	فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۹ میں شامل ہوگیا۔
۱۷	صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین	اُردو	فتاویٰ رضویہ ایڈیشن جلد ۲۲ میں شامل ہوگیا
۱۸	الفضل الموھبی (۱۳۱۳ھ)	عربی	فتاویٰ رضویہ ایڈیشن جلد ۲۷ میں شامل ہوگیا
۱۹	رسالۃ المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ)	اُردو	فتاویٰ رضویہ کے ایڈیشن ج ۱۴ میں موجود ہے
۲۱	حاشیہ بخاری	عربی	عکس قلمی۔ کراچی سے تحقیق کے بعد شایع ہوگیا
۲۳	البدور فی اوج المجذ ور	فارسی	عکس قلمی مطبوعہ ادارہ تحقیقات رضا
۲۵	السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ	اُردو	عکس مطبوعہ رضوی پریس بریلی
۲۶	الطاری الداری (حصہ سوم) (نامکمل)	اُردو	مطبوعہ بریلی
۲۷	فقہ شہنشاہ	اُردو	فتاویٰ رضویہ میں موجود ہے
۲۸	صمصام الحدید ہر کولی بے قید عدد تقلید	اُردو	عکس مطبوعہ حسنی پریس بریلی

۳۰	قصیدہ تان رائعتان	عربی	عکس مطبوعہ المجمعالاسلامیمبارکپور
۳۷	الزلال الانقی	عربی	فتاویٰ رضویہ کے جدید کی جلد ۲۵ میں موجود ہے
۴۳	حواشی ارشادالساری	عربی	عکس قلمی۔ تحقیق کے بعد لاہور سے شائع ہوچکا
۴۵	مطلع القمرین	اُردو	عکس قلمی۔ شائع ہوچکا۔
۴۷	معین مبین بردور شمس وسکون زمین	اُردو	فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۷ میں موجود ہے
۴۸	یادگار رضا	اُردو	عکس مطبوعہ
۷۸	تدبیر فلاح نجات واصلاح	اُردو	جدید فتاویٰ رضویہ جلد۔۔۔۔موجود ہے
۸۰	مراۃ الندوہ	اُردو	مطبوعہ ر مطبع محمد یہ پٹنہ
۸۱	بعض مکاتیب حضرت مجدد	اُردو	عکس مطبوعہ
۸۴	حاشیہ فتاویٰ عالمگیری (احکام مرتدین)	عربی	عکس قلمی۔ تحقیق کے بعد کراچی سے شائع ہوچکا
۸۵	افتائے حرمین کا تازہ عطیہ	اُردو	بریلی سے شائع ہوا
۸۷	تاج توقیت	فارسی	عکس قلمی
۹۰	تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب	اُردو	فتاویٰ رضویہ کی جلد ۷ میں موجود ہے
۹۷	اعلام الاعلام بان ہندوستان	اُردو	فتاویٰ رضویہ کی جلد میں موجود ہے
۱۰۴	شیخ دینی دہلان مکی رجال من مکۃ المکرمہ	عربی	عکس مطبوعہ
۱۰۶	حربہ احمدیہ	اُردو	یوسفی پریس بریلی
۱۰۸	اجتناب العمال عن فتاوی الجبال (۱۳۱۶ھ)	اُردو	مطبوعہ رپٹنہ بہار انڈیا
۱۰۹	طرق الہدیٰ ولارشاد احکام لاسارۃ والجہاد	اُردو	مطبوعہ ر مطبع فیض حسن بریلی محلہ سوداگراں
۱۱۱	سرگزشت حجاز یعنی رپورٹ وفد خدام الحرمین	اُردو	مطبوعہ ر مطبعہ اشاعت العلوم فرنگی محل لکھنؤ
۱۱۲	سپاس نامہ بہ خدمت امام احمد رضا (۱۲۹۳ھ)	اُردو	مطبعی بتوی کارخانہ سلطان الاحیار بنگلور
۱۱۴	ماہنامہ خطیب (دہلی انڈیا)	اُردو	مطبوعہ
۱۱۵	سود کی مختلف صورتوں کے متعلق استفتاء	اُردو	مطبوعہ

۱۱۷	عبدالرحمن سراج حنفی اور انکے بیٹے عبداللہ سراج	عربی	مطبوعہ
۱۱۸	الفقیہہ امرتسر (۱۹۱۸ / ۱۹۴۴)	اُردو	مطبوعہ
۱۱۹	مکتوبات امام احمد رضا	اُردو	عکس قلمی۔ کلیات مکاتیب میں شائع ہوچکے
۱۲۰	صدائے حق	اُردو	عکس مطبوعہ
۱۲۱	رسالہ جلیلہ مسائل قربانی وعقیقہ	اُردو	عکس مطبوعہ حسنی پریس
۱۲۲	راہنما مقالہ نگار (از اقبال احمد اختر القادری)	اُردو	عکس قلمی
۱۲۳	نور نامہ کلاں معہ عہد نامہ	اُردو	مطبوعہ
۱۲۴	الخطوب الدیہ للقلوب المنیہ	اُردو	عکس مطبوعہ
۱۲۵	احکام دینیہ ضروریہ	اُردو	انتظامی پریس کانپور
۱۲۶	مقالہ: حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی	اُردو	از اللہ بخش عقیلی ٹھٹھوی۔ مطبوعہ
۱۲۸	قوامع الحمیر (۱۳۴۰ھ)	اُردو	مطبوعہ
۱۲۹	فتح خیبر (۱۳۰۰ھ)	اُردو	مطبوعہ
۱۳۰	مشرقستان قدس	اُردو	مطبوعہ
۱۳۱	مشرقستان اقدس	اُردو	مطبوعہ
۱۳۲	چراغ انس	اُردو	مطبوعہ
۱۳۳	وہ تصنیف جو مولانا حسن سے منسوب کی ہے	اُردو	مطبوعہ
۱۳۷	اعز الاکتنا	اُردو	فتاویٰ میں شامل ہے
۱۳۹	نفی الفی عمن بنورہ انار کل شیٔ	اُردو	جدید فتاویٰ رضویہ جلد ۳۰ میں موجود ہے

مولانا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اور "مجموعہ خطب علمی" کا تعارف

خلیل احمد رانا

مولانا محمد حسن علمی رحمۃ اللہ علیہ بریلی (یوپی، بھارت) میں پیدا ہوئے، بریلی کے پنجابی سوداگران سے تعلق تھا، نہایت عالم وفاضل شخص تھے، آپ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا مولانا رضا علی خاں رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء) کے ارشد تلامذہ میں سے تھے اور انہی سے بیعت تھے، آپ نے اپنے مشہور مجموعہ "خطب علمی" کے اختتام پر اپنے استاد و مرشد کے حضور درج ذیل القابات سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے، لکھتے ہیں۔

"اس مؤلف عاصی محمد حسن علمی کو اُمیدواری جناب باری تعالیٰ عزاسمہٗ سے یہ ہے کہ اپنے فضل عمیم اور طفیل رسول کریم ﷺ مقلب انک لعلی خلق عظیم کے ہم سب مومنین کو بعفو جرائم وعصیاں اور فیضانِ توفیق واحسان کی عزت بخشے اور ہمارے مرشد مولانا عالم بہ علم ربانی، مقبول بارگاہِ سبحانی، مخزن اسرار معقول ومنقول، کاشفِ استار فروع واصول، مطلع العلوم، مجمع الفہوم، عالم باعمل، فاضل بے بدل، منبع الاخلاق، منہل الاشفاق، مصدر احسان، مظہر لقمان، مولانا مخدومنا لوزعی زماں مولوی رضا علی خاں کو بیچ دونوں جہان کے اپنی رحمت خاص میں رکھ کر اقصیٰ مراتب قبولیت کو پہنچادے (آمین) یارب العلمین۔

نعت ومناقب میں آپ کا کلام مشہور ہے، آپ کا "مجموعہ خطب علمی" برصغیر پاک وہند میں مقبول ومنظور ہے کو کہ خطبات جمعہ عیدین ونکاح کا بے نظیر مجموعہ ہے، جس کا قطعہ تاریخ تالیف یہ ہے۔

محمد حسن نے بفضل خدا
زمانہ کے مرغوب خطبے لکھے
جو تاریخ ڈھونڈی تو فی الفور یوں
خرد نے کہا خوب خطبے لکھے
۱۲۲۹ھ

آپ کا وصال ۱۲۸۳ھ میں ہوا اور مسجد نو محلہ بریلی میں دفن ہوئے، خلیفہ امیر الدین آزاد بریلوی نے درج ذیل قطعہ تاریخ کہا ہے!

محمد حسن علمی باصفا
خلیق وشفیق و فقیر کریم
خدا دوست پابند صوم وصلوٰۃ
ہوا اِس کے اُٹھ جانے سے دل دونیم
ہر اک طرح سے نظم اس نے کہی
رہا نعت گوئی میں وہ مستقیم
لکھو بادِل زار آزاد سال
مراد مدح خوان نبی کریم
۱۲۸۳ھ

آپ کی مشہور تصنیف "مجموعہ خُطبِ علمی" کی فہرست مضامین درج ذیل ہے۔

پہلا خطبہ	(فضائل جمعہ، ذکر موت وقبر)
دوسرا خطبہ جمعہ	(انتباہ از غفلت، ترغیب اعمال صالحہ)
تیسرا خطبہ جمعہ	(مشتمل براسماء خدا تعالیٰ ورسول ﷺ)
چوتھا خطبہ جمعہ	(منظوم پند ونصائح)
پانچواں خطبہ جمعہ	(ملتقط از آیات واحادیث بیان نماز)
چھٹا خطبہ جمعہ	(اطاعت اللہ جل جلالہ ورسول ﷺ)
ساتواں خطبہ	(دنیا فانی ہے آخر موت ہے)
آٹھواں خطبہ جمعہ	(رمضان المبارک)
نواں خطبہ جمعہ	(رمضان المبارک)
دسواں خطبہ جمعہ	(الوداع)
گیارہواں خطبہ	(عیدالفطر)
بارہواں خطبہ	(عیدالاضحیٰ)
خطبہ	(نکاح ودیگر)

پہلے عربی خطبہ کے بعد فضائل جمعہ کے بارے میں چالیس اشعار ہیں چند اشعار درج ذیل ہیں۔

ہیں فضائل جمعہ کے اے اہل ایماں بے شمار
یاں بیاں ہوتے ہیں کچھ لیکن بطور اختصار
جمعہ میں اِک ایسی ساعت ہے کہ اس میں لا کلام
ہو دعا مقبول سب کی گر نہ ہو مطلب حرام
ترک سستی سے کرے جو کوئی جمعہ کی نماز
اس سے ہوتا ہے بہت بے زار رب بے نیاز
اور نماز جمعہ پیہم جس کسی نے ترک کی
دین اور اسلام کو بے شبہ اس نے پیٹھ دی
مومنو جس کا نماز جمعہ اکثر کام ہے
سو شہیدوں کا ثواب واجب اس کے نام ہے
اور کیا ترک اس کو جس نے عذاب اس پر پڑا
ہے یہ مضمون احادیث شریفِ مصطفیٰ
آج کچھ کرلو عبادت ورنہ کل روز قیام
سامنے حق کے تمہیں ہوگی خجالت لا کلام
پرسش اعمال خالق جس گھڑی فرمائے گا
ملک و دولت جاہ وحشمت کچھ نہ واں کام آئے گا
ہو سکیں جو کام اچھے آج کرلو مومنیں
کل نکلنا گور سے ہاتھوں کا ممکن ہے نہیں
کر جوانی میں عبادت کاہلی اچھی نہیں
جب بڑھاپا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں
دین و دنیا کا بھلا چاہے اگر علمیؔ تو اَب
کر خدا کی اور محمد کی اطاعت روز و شب

دوسرے خطبہ جمعہ (عربی) کے بعد اٹھائیس اشعار غزل ریختہ ہیں، چند اشعار درج

ذیل ہیں۔

اتنی غفلت تو نہ کر علمیؔ خدا کے واسطے
فکر کر کچھ تو بھلا روز جزا کے واسطے
نفس کے تابع رہے ایسے کہ بھولے آہ وہ
آئے تھے دنیا میں ہم جس مدعا کے واسطے
حیف تو سوتا رہے ہر صبح اور وقت اذان
مرغ و ماہی سب اُٹھیں یاد خدا کے واسطے
کام وہ کرلے تو پیارے جس کے باعث گور میں
باغ رضواں سے کھلے کھڑکی خدا کے واسطے
پنج گانہ پڑھ شریعت میں بہت تاکید ہے
فجر و ظہر عصر و مغرب اور عشاء کے واسطے
پڑھ کے تو قرآن کو کچھ جمع کرلے اَب ثواب
قبر پر کون آئے گا پھر فاتحہ کے واسطے
اے خدا ہو عاقبت ہر ایک مومن کی بخیر
دونوں ہاتھوں کو اُٹھاتا ہوں دعا کے واسطے
چل طریق حق پہ علمیؔ ڈر تو رب سے رات دن
پڑھ درود حق محمد مصطفیٰ کے واسطے

تیسرے خطبہ (عربی) مشتمل بر اسماء خدا و رسول (عزوجل ﷺ) کے بعد تیئیس اشعار غزل کے ہیں، چند یہ ہیں۔

ایک ساعت بھی ٹھہرے جن کا وعدہ آگیا
جی کے جی ہی میں رہے ارمان سارے چل بسے
دیکھتے ہی دیکھتے اکثر عزیز و آشنا
تندرست و خوبصورت چلتے پھرتے چل بسے
ہائے کوئی بھی نہ پلٹا اور نہ بھیجی کچھ خبر
چپکے ہو کے شہر خاموشاں میں ایسے چل بسے

چل بسیں گے ایک دن ہم بھی اسی صورت سے آہ
جس طرح زیو زمیں یہ لوگ سارے چل بسے
جیسے چل بسنا بیاں اوروں کا ہم کرتے ہیں آہ
دوست کل ہم کو کہیں گے آج وہ بھی چل بسے
خانہ اصلی میں چلنے کی ذرا تو فکر کر
کھول آنکھیں دیکھ علمیؔ یار کیسے چل بسے

چوتھے خطبہ (عربی) منظوم کے بعد پچیس اشعار اُردو کے ہیں، چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

دس برس کی عمر جس دن ہوگئی یا بیست کی
آدمی کو چاہیے کچھ قدر سمجھے زیست کی
تیس کے سن تک نشاط زندگی حاصل رہے
جب ہوا چالیس کا ہر کام میں کاہل رہے
اور جب اس عمر کوتاہ سے گئے پورے پچاس
فرق آتا ہے بصر میں جاتے ہیں ہوش وحواس
ساٹھویں میں تکیہ دیوار کی حاجت پڑے
جب ہوا ستر کا ہر اِک کام میں دقت پڑے
جب ہوئی اسی یا نوے کی عمر یہ بے بقاء
تن میں آئے ناتوانی جان میں رنج وعنا
بلکہ اَب تو اسّی نوے کے بہت ہوتے ہیں کم
تھوڑے ہی سن میں جاتے ہیں سوئے عدم
دیکھتے ہی دیکھتے کیا طفل کیا پیر و جواں
چلتے پھرتے موت آئی مر گئے ہیں ناگہاں
قصہ کوتاہ ہے جئے تم سو برس یا ایک دن
اس جہان بے بقاء سے کوچ ہوگا ایک دن
مومنو رہتے ہو کیوں بے فکر بے غم بے خبر

اِک سفر درپیش ہے دورو دراز پر خطر
موت ہے سر پر کھڑی تدبیر کرنا چاہیے
پھر نہ ہوگا کچھ نہیں تاخیر کرنی چاہیے
توبہ استغفار عصیاں سے کرو ڈرتے رہو
امرونہی حق تعالیٰ کو ادا کرتے رہو
رحم کر علمیؔ پہ یارب دے اسے توفیق خیر
کام بخشش کا نہیں کوئی تیری رحمت کے بغیر

پانچویں خطبہ (عربی) آیات واحادیث کے بعد پینتیس اشعار ہیں، چند اشعار یہ ہیں۔

جان کو دل کو ہمیشہ رکھتی ہے خوشتر نماز
جامہ کو رکھتی ہے پاک اور جسم کو اطہر نماز
مرد اور عورت، لڑکا لڑکی، خادم اور لونڈی غلام
چاہیے پڑھتے رہیں چھوٹے بڑے گھر گھر نماز
اُٹھ اذانِ فجر سے پہلے کہ ہو تفریح دل
کر طہارت اور وضو پھر پڑھ اذاں کہہ کر نماز
فجر وظہر وعصر ومغرب وعشاء کی رات دن
پنجگانہ پڑھ جماعت سے ہمیشہ ہر نماز
سب فرشتوں کو پیارا ہے نمازی آدمی
زینت اسلام اہل دیں کا ہے زیور نماز
باغ جنت قصر جنت حور جنت یک طرف
حشر کے دن ہوگی خالق کی طرف رہبر نماز
جو نمازی ہیں تیرے مقبول ان کے صدقے میں
کر تو علمیؔ کی قبول اے خالق اکبر نماز

چھٹے خطبہ (عربی) کے بعد آٹھ اشعار کی غزل ہے، چند اشعار یہ ہیں۔

واسطے حق کے نہ ایسی راہ چل
حشر کے دن جس سے ہو تجھ کو خلل

نیکیوں میں سست ہے بدیوں میں چست
چھوڑ ان باتوں کو طور اپنے بدل
اَب تو غفلت مت کر ہوشیار ہو
سن تیرا پہنچا ہے نزدیکِ چہل
کر جوانی میں تو کارِ آخرت
بس یہی کافی ہے رکھ اس پر عمل
علمیؔ عاجز کی بھی رکھیو آبرو
حشر میں اے خالق عز وجل

ساتویں خطبہ رمضان کے بعد پچیس اشعار کی غزل ہے، چند اشعار یہ ہیں۔

برکتوں سے ہے بھرا ہر روز وشب ہر صبح وشام
اس لئے ہے مومنو ماہِ مبارک اس کا نام
اس مہینے میں ہوئے دوزخ کے سب دروازے بند
اس مہینے میں کھلے جنت کے دروازے تمام
اس مہینے میں فرشتے اور سب ارواح پاک
آسماں سے آکے کرتے ہیں زمیں پر ازدہام
اس مہینے میں دعائیں نیک ہوتی ہیں قبول
اس مہینے میں تمہیں تو یہ مناسب ہے مدام
اس مہینے میں ادا ایک فرض جو کوئی کرے
پائے ستر کا ثواب ایسا ہے حق کا فضل عام
ان دنوں میں سنتوں کا اور نفلوں کا ثواب
مثل فرضوں کے لکھا جاتا ہے ہر عابد کے نام
جتنی تجھ سے ہوسکے علمیؔ عبادت اس میں کر
جانے آئے یا نہ آئے پھر تجھے ماہ صیام

آٹھویں خطبہ رمضان کے بعد اکیس اشعار کی غزل ہے، چند اشعار یہ ہیں۔

سلطان جہاں حضرت ماہِ رمضان ہے

کیا شان ہے کیا شوکت ہے ماہ رمضان ہے
پیغمبر برحق نے کہے اس کے بہت توصیف
قرآن میں لکھی مدحت ماہ رمضان ہے
در بند ہیں دوزخ کے تو جنت کے کھلے ہیں
دیکھو تو عجب برکت ماہ رمضان ہے
آئندہ ملے یا نہ ملے سمجھو غنیمت
ان روزوں میں جو صحبت ماہ رمضان ہے
علمیؔ کو ہر اک چیز سے کردے گی غنی یہ
قسمت میں اگر دولت ماہ رمضان ہے

نویں خطبہ جمعہ (عربی) کے بعد ستائیس اشعار کی غزل ہے، چند اشعار یہ ہیں۔

یاد رکھ ہر آن آخر موت ہے
مت بنو انجان آخر موت ہے
رکھ خیال کوچ ملک آخرت
کہتا ہے رحمن آخر موت ہے
بیشتر مرنے سے کرنا چاہیے
موت کا سامان آخر موت ہے
ملک فانی میں فنا ہر شئے کو ہے
سُن لگا کر کان آخر موت ہے
حسن پر نازاں جوانی میں نہ ہو
اے دلوں کی جان آخر موت ہے
اس سرائے ہستی فانی میں ہم
دم کے ہیں مہمان آخر موت ہے
بارہا علمیؔ تجھے سمجھا چکے
مان یا نہ مان آخر موت ہے

دسویں خطبہ (عربی) رمضان المبارک کے بعد اکیس اشعار کی غزل ہے، چند اشعار

یہ ہیں۔

افسوس تو رخصت ہوا ماہ مبارک الوداع
رو رو کے دل نے یوں کہا ماہ مبارک الوداع
مدت سے تھے ہم منتظر شکر خدا آیا تو پھر
پر حیف جلدی چل دیا ماہ مبارک الوداع
تجھ میں شب قدر ایک تھی صدہا مہینوں سے بھلی
صل علی صل علی ماہ مبارک الوداع
محبوب درگاہِ خدا مطلوب خاص مصطفیٰ
مقبول جانِ اولیاء ماہ مبارک الوداع
اَب کوچ ہے پیش نظر آنکھوں میں اشک آتے ہیں پھر
کرتا ہے دل آہ وبکا ماہ مبارک الوداع
علمیؔ نہ کی کچھ بندگی از بس کہ ہے شرمندگی
وا حسرتا وا حسرتا ماہ مبارک الوداع

گیارہویں خطبہ عید الفطر کے بعد اکیس اشعار ہیں، چند یہ ہیں۔

جان لو اے مومنو یہ دن ہے عید الفطر کا
چاہیے اس روز کا صدقہ تمہیں کرنا ادا
لطفِ حق پاس جس مومن کے ہو مال نصاب
اس پہ واجب ہے کہ صدقہ آج کے دن دے
جب تلک دیتے نہیں ہیں صدقہ عید الفطر کا
سب نماز روزے ان کے رہتے ہیں زیر سماء
ہے یہ لازم مومنوں کو صدقہ دیں قبل از نماز
تا نماز روزے ہوں سب مقبول رب بے نیاز
فرض وواجب اور سنت مستحب سب کر ادا
کام آئے گا ترے علمیؔ یہی روز جزا

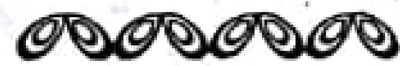
بارہویں خطبہ عید الاضحیٰ کے بعد اکتالیس اشعار ہیں، چند یہ ہیں۔

فرض ان پر حج ہے بیت اللہ کا
جن کو ہے مقدور زاد راہ کا
ان پہ قربانی ہوئی از واجبات
جن پر فرض عین ہے دینا زکوٰۃ
خواب میں دیکھا خلیل اللہ نے
حکم قربانی دیا اللہ نے
علمیؔ ان کی رسم کرنا چاہیے
راہ حق میں سر کو دھرنا چاہیے

آخر میں خطبہ نکاح ہے، افسوس کہ آپ کا نعتیہ کلام دستیاب نہ ہوسکا۔

ماخذ و مراجع

۱۔ ماہنامہ قومی زبان، کراچی، شمارہ ستمبر ۱۹۷۴ء
۲۔ سہ ماہی العلم، کراچی، شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۱ء
۳۔ مجموعہ خطبات علمی، مطبوعہ کتب خانہ حاجی نیاز احمد اندرون بوہڑ گیٹ ملتان
۴۔ مجموعہ خطب علمی، مطبوعہ فاروقی، بیرون بوہڑ گیٹ کتب خانہ ملتان
۵۔ تذکرہ علمائے ھند، از مولوی رحمان علی، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء



شیخ الدلائل حضرت مولانا شاہ عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

خلیل احمد رانا

آخری قسط

حضرت شیخ عبدالحق الٰہ آبادی قدس سرہٗ کو عارف باللہ شیخ سیدی علی الجریری المدنی بن شیخ یوسف ملک باشلی المدنی قدس سرہما سے، ان کو حضرت شیخ السید محمد بن السید احمد المدغری الشریف الحسنی قدس سرہٗ سے، ان کو ابی البرکات سیدی محمد بن احمد بن احمد المشّی قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت شیخ احمد بن الحاج قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت شیخ سیدی احمد المقری قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت سیدی عبدالقادر الفاسی قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت شیخ سیدی احمد بن ابی العباس الصمعی قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت شیخ سیدی السملالی قدس سرہٗ سے، ان کو حضرت شیخ سیدی عبدالعزیز النباء قدس سرہٗ سے، ان کو مؤلف دلائل الخیرات شریف قطب ربانی حضرت شیخ السید محمد بن سلیمان الجزولی قدس سرہٗ سے۔

(نسخہ صحیحہ دلائل الخیرات، مطبوعہ مطبع احمدی لکھنؤ، باراوّل، ۱۹۱۳ء، ص ۱۲۳)

حضرت پیر جماعت علی شاہ محدّث علی پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد مولانا عبدالحق الٰہ آبادی مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا، ظہر کی نماز پڑھ کر میرے دل میں خیال آیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مہمان ہوں، حضرت نے میری دعوت نہیں کی، یہ خیال اس وقت آیا جب کہ میں مواجہہ شریف کے سامنے بیٹھا ہوا تھا، اِدھر دل میں خیال آیا اُدھر پانچ منٹ نہ گزرے تھے کہ ایک بدو آیا اور کہا کہ مولوی صاحب رات کو آپ کی دعوت ہے، میں نے کہا میں کسی کی دعوت نہیں کھایا کرتا، اُس بدو نے کہا کہ میں اپنی طرف سے نہیں کرتا، حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کی دعوت کرتے ہیں، رمضان شریف کا مہینہ تھا، وہ بدو مغرب کی نماز مسجد نبوی میں پڑھ کر مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر بارہ میل تک مدینہ منورہ سے شمال کی جانب پہاڑ میں لے گیا، مولوی صاحب کی اسّی برس کی عمر تھی، بدو نے وہاں اپنے مکان میں اپنی عورت س پوچھا کہ کیا کھانا تیار ہے؟ اُس نے جواب دیا، نہیں، مولوی صاحب نے دل میں

خیال کیا کہ روزہ رکھا ہے، اتنی دُور سے آئے ہیں صرف افطار کیا تھا، یہاں پہنچے تو کھانا ندارد، معلوم نہیں کیا حال ہوگا، اتنے میں بدو باہر گیا اور ایک بڑا پیالہ شہد کا اُس میں دودھ گھی تھا، شکر تھی اس کے علاوہ کوئی نعمت اور بھی تھی، مجھے دیا اور میں نے پی لیا، مولوی صاحب نے فرمایا کہ جو لذت اس کے پینے سے مجھے ملی، ساری عمر اس سے پہلے یا بعد کبھی نصیب نہ ہوئی، اس کے بعد بدو نے کہا کہ میں بھی کچھ کھاتا ہوں اور پانچ آدمیوں کا کھانا حرم شریف لے جانا ہے پھر آپ کو ساتھ لے کر چلتا ہوں، پھر وہ مولوی صاحب کو ساتھ لے کر حرم شریف چلا، حرم شریف میں مولوی صاحب کو داخل کر کے دوسرے آدمیوں کا کھانا پہنچانے کے لئے وہ بدو چلا گیا، حرم شریف میں بہت سی موم بتیوں کی روشنی تھی، فانوس جل رہے تھے، مولوی صاحب کے دل میں خیال آیا کہ اچھی دعوت ہوئی بارہ میل گئے، بارہ میل آئے، چوبیس میل کا سفر ہوا، مغرب اور عشاء کے درمیان جو وظائف پڑھتا تھا وہ فوت ہوئے، عشاء کی نماز باجماعت ترک ہوئی، تراویح کی نماز بھی جاتی رہی، لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا وقت ہے، لوگوں نے کہا کہ ابھی تو مغرب کی نماز سے فراغت ہوئی ہے، عشاء کی تیاری ہو رہی ہے، چوبیس میل کا سفر کیا، ایک گھنٹے تک بدّو کے مکان پر ٹھہر رہے، واپس ہوئے تو وہی وقت تھا جب چلے تھے۔

(ماہنامہ ''السعید'' ملتان، شمارہ مئی، اگست ۱۹۶۲ء، ص ۸۴، ۸۵)

مولانا حکیم غلام مصطفیٰ کوثر بلیاوی (بھارت) ۱۹۵۹ء میں حج پر گئے تو مکہ معظّمہ میں کئی اکابر علماء سے ملاقاتیں ہوئیں، جن میں مفتی سعد اللہ مکی، مولانا سیّد محمد علوی مالکی استاذ حرم شریف، علامہ شیخ محمد المغربی الجزائری اور مولانا عبدالرحمن درویش مکی سے خصوصی ملاقاتیں ہوئیں، حکیم صاحب، مولانا عبدالرحمن درویش مکی کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ نہایت ہی ہردلعزیز بزرگ ہیں، دن کے وقت ان کے گھر گرمی سے بچنے کے لئے چلا جاتا، ان کا مکان حرم سے متصل اور نہایت ٹھنڈا تھا، ان کی عمر تقریباً اسّی سال کی تھی لیکن جوانوں سے زیادہ چست تھے، ان پر بالوں کی سفیدی کے سوا بڑھاپے کا قطعی کوئی اثر نہ تھا، میں نے ان کی صحت کے متعلق پوچھا تو فرمایا! یہ بزرگانِ دین کا کرم ہے، میں جب چھوٹا تھا تو حضرت شیخ الدلائل علامہ عبدالحق مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا جھوٹا کھانا مجھے نصیب ہو جایا کرتا تھا، حضرت موصوف اپنے بچے ہوئے کھانے کے متعلق فرماتے یہ عبدالرحمن کو کھلا دینا، یہ حضرت موصوف کے جھوٹے کھانے کی برکت ہے کہ میں ابھی تک جوان ہوں''۔

(ہفت روزہ ''الہام'' بہاولپور، ایڈیٹر مسعود حسن شہاب دہلوی، شمارہ ۲۱ رجولائی ۱۹۸۵ء، ص ۶)

تصانیف میں الاکلیل علی مدارک التنزیل (تفسیری حاشیہ، سات جلدوں میں طبع ہو چکی)، فقہ میں التعلیقات علی الدر المختار، الکنز الاکبر شرح فقہ الاصغر، سراج السالکین فی شرح منہاج العابدین، حاشیہ علی شرح سلم فی المنطق، الدر المنظم فی حکم مولد النبی الاعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، نہایۃ الآمل فی مسائل الحج البدل مشہور ہیں۔

(ماہنامہ فیض الرسول، براؤں شریف ضلع بستی (یوپی، بھارت)، شمارہ مئی ۱۹۸۸ء، ص ۱۸)

(عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین، مطبوعہ بیروت،، جلد ۱۰، ص ۱۲۹)

(عبدالحی، نزہۃ الخواطر، (عربی) مطبوعہ کراچی ۱۹۸۶ء، جلد ۸، ص ۲۲۱)

شیخ الدلائل مولانا عبدالحق مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ نے ۱۶ رشوال المکرم ۱۳۳۳ھ کو مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا، مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

(عبدالحی، نزہۃ الخواطر، مطبوعہ کراچی، جلد ۸، ص ۲۲۱)

الشیخ العالم حضرت شاہ عبدالباقی فرنگی محلی المہاجر المدنی قدس سرہٗ

مولانا شاہ عبدالباقی بن مولانا علی محمد (متوفی ۱۶ ررمضان المبارک ۱۲۸۸ھ) بن مولانا محمد معین (متوفی ۲ ر جمادی الثانی ۱۲۵۸ھ) بن ملا محمد مبین انصاری (متوفی ۲۲ رربیع الثانی ۱۲۲۵ھ) قدس سرہما ۱۸ ررجب ۱۲۸۶ھ میں فرنگی محل (لکھنؤ) میں پیدا ہوئے۔

